اداریہ

سفید چھڑی

آنکھوں کی نابینائی یا بصارت سے محرومی ایک نہایت تکلیف دہ اور اذیت ناک امتحان ہے، جس میں بعض اوقات کچھ لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ آزمائش قدم قدم پر محرومی اور بے چارگی کا احساس دلاتی ہے اور نابیناؤں کو ایک گہرے غم میں مبتلا کر دیتی ہے لیکن ایسے تمام دوستوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو بھاری بشارات سے نوازا ہے جن میں ایک یہ بھی ہے کہ اپنی نابینائی پر صبر کرنے والے جنت کے وارث ہوں گے۔

اس لئے اس امتحان کو صبر، حوصلہ اور دعا سے گذارنا چاہیے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بصارت سے نوازا ہے اُن پر فرض ہے کہ ایسے لوگوں کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ بھی رضائے باری کے حصول کا ایک طریق ہے۔ اور مدد کے بھی مختلف طریق ہیں۔ مثلاً اب سے پہلے تو اپنی آنکھوں کا عطیہ وصیت کر دینا چاہیے کہ جب میں اس جہان فانی سے کوچ کر جاؤں تو میری آنکھیں کسی محتاج کو دی جائیں۔ یہ وہ نیکی ہے جو بہت دیر تک پھل لاتی رہتی ہے۔ اسی طرح جہاں بھی نابینا حضرات نظر آئیں، چاہے وہ سفید چھڑی استعمال کر رہے ہوں یا نہ کر رہے ہوں، ان کی مدد کرنی چاہیے۔ مثلاً سڑک پار کروا دیں یا منزل پر پہنچا دیں۔ راستے کی روک ہٹا دیں یا راستہ خود ساتھ جا کر سمجھا دیں۔

اسی طرح سڑکوں، گلیوں اور مختلف راستوں پر یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ کوئی گڑھا نہ ہو، مین ہول پر ڈھکنے ہوں، کانٹے اور جھاڑیاں بکھری ہوئی نہ ہوں، چھلکے یا کوئی اور گندگی نہ پڑی ہو۔ یہ کام اس نیت کے ساتھ کریں کہ خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کو تکلیف نہ ہو۔ اس طرح صفائی کے علاوہ معذوروں کی مدد کا ثواب بھی حاصل ہوگا۔ مدد کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں کو گھر میں بٹھا کر بے دست و پا نہ کر دیا جائے بلکہ مختلف ہنر سکھائے جائیں، پڑھایا جائے اور چلتی ہوئی دنیا کا ایک فعال حصہ بنایا جائے۔ اس کے لئے ایک تنظیم مجلس نابینا بنائی گئی ہے۔ اس کی ممبر شب بھی ان کو دلائی جائے۔ یہ مجلس بھی زندہ رہنے کی امنگ پیدا کرتی ہے اور زندگی کا ہنر سکھاتی ہے۔

اس کے علاوہ ایسے تمام لوگوں کے کوائف 'نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن' کو بھی دینے چاہئیں تا کہ اگر کسی کی آنکھیں ٹھیک ہو سکتی ہوں تو یہ ایسوسی ایشن ان کی مدد کر سکے۔ اور آخر پر پہلی بات دوبارہ کہنا چاہتا ہوں کہ آنکھوں کے عطیہ کی وصیت کر دیں کہ آخر اس خاکی جسم نے خاک ہو جانا ہے۔ پھر آنکھیں لے جا کر کیا کرنا ہے۔ اچھا ہے کہ ہماری آنکھیں ہمارے مرنے کے بعد بھی دوسروں کو روشنی اور بصارت عطا کرتی رہیں۔

شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

قادیان سے موضع سیکھواں میں گیا۔ وہاں غالباً میاں خیر الدین صاحب اور ایک دو اور دوست مل کر نمازیں پڑھتے اور حضورؑ کے متعلق ذکر و کار کرتے تھے"۔

(الفضل 21 نومبر 1942ء)

مہمانوں کی خاطر زیادہ فرماتے

حضرت خان محمد یحییٰ خان صاحب ابن حضرت مولوی حکیم انوار حسین صاحب آف شاہ آباد ضلع ہردوئی (یکے از احباب تین صد تیرہ) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کی بابت اپنے والد ماجد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:-

"والد صاحب مرحوم دیوبند کے دستار بند مولوی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کا یہ واقعہ اکثر سنایا کرتے تھے کہ میں جب پہلی بار قادیان دارالامان 1892ء میں آیا تو اس وقت مہمان گول کمرہ میں ٹھہرا کرتے تھے اور میں بھی وہیں ٹھہرا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی مہمانوں کے ساتھ ہی کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور کھانا کھاتے کھاتے اٹھ کر اندر تشریف لے جاتے۔ کبھی چٹنی کبھی اچار لے کر آتے اور یہ کہہ کر مہمان کے آگے رکھتے کہ یہ آپ کو مرغوب ہوگا لیکن خود کھانا بہت کم کھاتے اور مہمانوں کی خاطر زیادہ کرتے"۔

(الفضل 8 جولائی 1942ء)

مہمانوں کی تواضع نہ کرنے پر اظہار ناراضگی

حضرت حکیم عبدالصمد خان صاحب آف دہلی بیان کرتے ہیں:-

"میں 1907ء میں قادیان حاضر ہوا۔ عصر کے بعد کھانا کھانے کے لئے جب ہم لنگر خانہ میں جانے لگے تو کچھ لوگ دروازے کے آگے کھڑے تھے۔ میں بھی وہیں کھڑا ہو گیا۔ دروازہ کھلنے پر لوگوں نے اندر جانا چاہا۔ ایک لڑکے نے دھکے دے کر دروازہ بند کر دیا۔ وہ لوگ بہت شرمندہ اور نادم ہو کر واپس چلے گئے۔ مگر میں پھر تھوڑی دیر کے بعد وہاں گیا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں (بیت) مبارک کے پرانے زینے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اوپر سے حضور تشریف لائے۔ بہت سا مجمع تھا۔ حضور نے فرمایا کہ کل کوئی قصہ ہوا ہے یا فرمایا کوئی جھگڑا ہوا ہے۔ مجھے صحیح لفظ یاد نہیں۔ حضرت خلیفہ اول نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ منتظمین کی غلطی تھی۔ بعض معزز آدمی اندر جانا چاہتے تھے۔ ایک لڑکے نے دھکا دے کر لنگر کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ معزز لوگ تھے۔ وہ ناراض ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ پھر ان کو کھانا بھیجا گیا۔ بعض نے کھا لیا مگر بعض نے نہیں کھایا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ جن لوگوں کی غلطی سے یہ حرکت ہوئی ہے۔ ان کو شرم کرنی چاہیے اور وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں جن کی چیخ و پکار کی آواز آسمان پر سنی گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسے الفاظ میں مخاطب کیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَـــا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ اے نبی! تو بھوکوں اور بے قراروں کو کھانا کھلا۔ حضرت صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا۔ "یہ الفاظ تکمیل کے ہیں"۔

(الفضل 6 مئی 1942ء)

ساگ اور قہوہ سے مہمان نوازی

حضرت حافظ نبی بخش صاحب مرحوم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس دعویٰ سے پہلے ایک عرصہ تک قیام پذیر رہے۔ ابتدائی زندگی کی بابت آپ بیان کرتے ہیں:۔

''طالب علمی کے زمانہ میں جب کہ میری عمر چودہ پندرہ سال کی تھی۔ میں نے سنا کہ قادیان میں ایک بزرگ ہیں۔ 1878ء یا 1879ء سے میں قادیان آنے جانے لگا۔ میں ایک یا دو رات رہا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت محبت سے پیش آتے اور فرماتے ''جلدی جلدی آیا کرو''۔ گول کمرہ یا (بیت الذکر) میں ٹھہرایا کرتے تھے کھانا اندر سے لا کر دیتے۔ بعض دفعہ سرسوں کا ساگ روٹی کے اوپر ہی رکھ کر لے آتے۔ میں بیت الفکر کے سامنے ایک تخت پوش پر بیٹھ کر کھانا کھایا کرتا۔ بیت الفکر میں ایک ساوار میں ہر وقت قہوہ تیار رہتا تھا۔ پاس ہی مصری بھی رکھی ہوتی۔ حضور فرمایا کرتے کہ ''جتنا قہوہ مرضی ہو پیو''۔

(الفضل 6 مئی 1942ء)

احباب سے شفقت ومحبت

حضرت خان محمد یحییٰ خان صاحب اپنے والد ماجد حضرت مولوی حکیم انور حسین خان صاحب آف شاہ آباد ضلع ہردوئی یکے از احباب تین صد تیرہ کی بابت رقم فرماتے ہیں:۔

''والد صاحب مرحوم جب کبھی قادیان آتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع ہوتی تو حضور علیہ السلام حافظ حامد علی صاحب کو بھجوا کر آپ کو بلوا لیتے۔ میں بھی والد صاحب کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ان دنوں اکثر حضور (بیت) مبارک کی بغلی کوٹھڑی میں جہاں حضرت (اماں جان) کے ہاں جانے کا راستہ ہے یا پھر (بیت الذکر) میں ملاقات فرمایا کرتے تھے اور والد صاحب سے وہاں کے علماء اور اعزاء کی مخالفت کا حال دریافت فرماتے رہتے''۔

(الفضل 8 جولائی 1942ء)

کل سب کے لئے بٹیر پکائے جائیں

حضرت شیخ جان محمد آف راہوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''ایک دن چوہدری غلام احمد خان صاحب نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ باورچی خانہ میں بٹیر پکائے گئے ہیں۔ مجھے دو بٹیر لا دو۔ میں نے باورچی سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ لاہور سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ یہ اُن کے لئے پکائے گئے ہیں۔ میں اُس سے اصرار کر رہا تھا کہ چوہدری غلام احمد خان ایک امیر اور خوش خور آدمی ہیں اور میرے والد صاحب کے دوست ہیں۔ بالضرور دو بٹیر ان کے لئے دے دو۔ اسی اثناء میں حافظ حامد علی صاحب مرحوم بالائی حصہ مکان سے آگئے اور یہ ماجرا انہوں نے سنا۔ باورچی نے بتلایا کہ خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ آئے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے بٹیر پکائے گئے ہیں۔ میں مایوس ہو کر چھولداری میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد حافظ حامد علی صاحب مرحوم ایک طشتری میں دو بٹیر بھنے ہوئے لے کر آگئے اور فرمایا کہ میں نے حضرت اقدس سے ذکر کیا تھا۔ حضور انور نے فرمایا کہ جلد انہیں بٹیر پہنچاؤ۔ اور فرمایا

کہ کل سب کے لئے بٹیر پکائے جائیں۔ چنانچہ دوسرے دن ایک بڑے دیگچہ میں بٹیر پکائے گئے اور ہم سب کو کھلائے گئے"۔ (الفضل 18 اکتوبر 1942ء)

ایک روپے کے پتاشے

حضرت میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار مہاجر قادیان بیان کرتے ہیں:۔

"جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مارٹن کلارک والے مقدمہ میں بٹالہ تشریف لے گئے تو اس وقت ہم بھی ساتھ تھے۔ احاطہ کچہری میں چادریں بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن دنوں ہم نمازیں اکٹھی پڑھا کرتے تھے۔ ہم جمعہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی اقتداء میں ہی پڑھا کرتے تھے۔ میرے بھائی محمد بخش صاحب نے جو حضور پر حسن ظن رکھتے تھے اور ساتھ ہی مولوی محمد حسین بٹالوی سے بھی ان کا تعلق تھا۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اور ڈاکٹر مارٹن کلاک کے حق میں گواہی دے کر نکلے اور ہمارے پاس چادر پر بیٹھ گئے تو برادرم محمد بخش صاحب کو بڑا طیش آیا اور یہ کہہ کر اس کے نیچے سے چادر کھینچ لی کہ تم تو عیسائیوں کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف شہادت، دے کر آئے ہو۔ اٹھو یہاں سے۔ اس کے بعد انہیں مولوی صاحب سے نفرت ہوگئی اور حضور علیہ السلام سے اخلاص بڑھ گیا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بری ہوگئے تو میں اور محمد بخش ایک روپیہ کے پتاشے لے کر چھوٹی (بیت الذکر) میں ظہر کے وقت گئے اور وہ ہم نے حضرت کے حضور پیش کئے اور درخواست کی کہ حضور علیہ السلام کچھ لے لیں۔ تا باقی مقدمہ میں بریت کی خوشی میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تقسیم کرو۔ ہم نے پھر عرض کیا کہ حضور کچھ لے لیں۔ مگر حضرت اقدس نے پھر بھی یہی فرمایا کہ تقسیم کر دو۔ تیسری دفعہ پھر عرض کیا اور محمد بخش نے حضور علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا پہلے حضور لیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے چند پتاشے لے کر پاس رکھ لئے۔ بعد میں ہمیں ایسا کرنے پر بہت شرمندگی ہوئی۔ چنانچہ آج تک بھی جب یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو میں شرمندہ ہو جاتا ہوں"۔

(الفضل 6 دسمبر 1942ء)

احباب لاہور کو دعوتِ طعام

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب آف قادیان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تواضع اور مہمان نوازی کی بابت بیان فرماتے ہیں:۔

"دوران قیام لاہور میں ایک تقریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روسائے لاہور کے درمیان ہوئی اور یہ تقریر ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے پچھواڑے کے صحن میں ہوئی تھی۔ اس تقریر کی تقریب یوں ہوئی کہ کابلی شہزادوں میں سے ایک شہزادہ محمد ابراہیم خان صاحب مقیم چونا منڈی لاہور نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعوتِ طعام دی اور ان کا منشاء یہ بھی تھا کہ لاہور کے بعض معززین کو بھی شامل کریں۔ لیکن حضور کے کسی عذر پر کہ حضور ان کے مکان پر نہ جاسکتے تھے، انہوں نے پچاس روپے حضور کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ اسی رقم میں حضور نے کچھ رقم اپنی طرف سے شامل کر کے لاہور کے چیدہ چیدہ لوگوں کو دعوتِ

طعام دی۔ جس کا دعوت نامہ غالباً خواجہ کمال الدین صاحب کی طرف سے جاری کیا گیا اور اس میں تقریر فرمانے کا بھی اعلان فرمایا۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر تقریر اور طعام کا انتظام ہوا۔ کو طالب علموں کو جگہ کی تنگی کی وجہ سے تقریر گاہ کے اندر جانے کی اجازت نہ تھی لیکن مجھ غریب اور غریب الوطن کو خدا تعالیٰ نے کسی طرح اندر پہنچا ہی دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پر جوش تقریر فرمائی اور اپنے دعویٰ کو کھول کر بیان فرمایا۔ تقریر کے وقت حضور کے سامنے میز پر ایک پیالہ میں کچھ دودھ رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے حضور علیہ السلام نے ایک یا دوبار تھوڑا سا پیا۔ تقریر ختم ہونے پر جب حضرت اقدس جلسہ سے واپس تشریف لے گئے اور ابھی حاضرین کا بیشتر حصہ فرش اور کرسیوں پر بیٹھا ہوا تھا کہ احمدی احباب نے اس پیالہ کے تبرک کی طرف رخ کیا اور ایک دوسرے سے آگے نکل کر اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ اس جد وجہد کے نتیجہ میں قریب تھا کہ پیالہ ٹوٹ جائے اور وہ دودھ گر جائے ایک دانا شخص نے کہا ٹھہرو سب کو تبرک مل جاتا ہے۔ اس آدمی نے دودھ کو پانی کے لوٹے میں اُلٹ دیا اور اس طرح عشاق کو تھوڑا تھوڑا تبرک پلا دیا''۔

(الفضل 4 اکتوبر 1942ء)

☆☆☆

قرآن کریم ہمیں دل و جان سے عزیز ہے۔ یہ ہمارا روح رواں ہے جس کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

وہ بھی تھا اک نور یہ بھی نور ہے

آنکھ ہے نمناک دل مسرور ہے
رب تعالیٰ کو یہی منظور ہے

چاند اک ڈوبا تو نکلا دوسرا
وہ اگر کامل تھا یہ بھرپور ہے

ایک مشعل کی کرنیں ذی وقار
وہ بھی تھا اک نور یہ بھی نور ہے

لوحِ دل پر کندہ ہے لفظِ وفا
یوں وفاداری پہ دل مجبور ہے

اپنے آقا کی طرف ہی دیکھنا
ہم غلاموں کا یہی دستور ہے

وہ غنی تھا ۔ یہ سخی ابن سخی
وہ مظفر تھا تو یہ منصور ہے

ہم وفادارِ امامِ وقت ہیں
چار پشتوں سے یہی منشور ہے

اے رُخِ روشن! غریب شہر کے
کچھ مقدر میں شب دیجور ہے

اک محبت کی نظر قدسیؔ پہ ہو
یہ مسافر تو تھکن سے چُور ہے

(مکرم عبدالکریم قدسی صاحب)

قسط چہارم

’’شیخ عجم‘‘ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب

(محترم سید میر مسعود احمد صاحب)

حالات زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب کو کسی مصلح کے ظہور کا انتظار تھا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

’’جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر اُن کے دل مومن نہیں اور ان کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع و اقسام کی معصیت سے پُر ہیں۔ ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہاء تک پہنچ گئے ہیں اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے حس و حرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں اور وہ دین اور تقویٰ جو آنحضرت ﷺ لائے تھے، جس کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلاشبہ اب وہ بباعث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ انہی دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۱۰،۱۱)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بڑے محقق انسان تھے۔ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس وقت کوئی مصلح مبعوث کیا جائے۔

مولوی شان محمد صاحب سے روایت ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب، حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ اور علامات کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے زمانہ تو یہی ہے اب دیکھو خدا تعالیٰ کسے مامور کرتا ہے۔ بعض دفعہ یہ بھی فرماتے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دانتوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہوگا پھر مسکرا کر کہتے کہ فاصلہ تو میرے دانتوں کے درمیان بھی ہے مگر پتہ نہیں خدا کو کیا منظور ہے۔ آپ یہ باتیں اپنی خاص مجلسوں میں اپنے خاص خاص شاگردوں سے کیا کرتے تھے۔ (قلمی مسودہ صفحہ ۸۷، ۸۸)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع ملنا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کا بلاتوقف ایمان لانا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پاکر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا۔......... بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا۔ جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں......''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳، ۴)

پھر فرمایا:۔

''انہیں دنوں میں جب کہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا۔ خوست علاقہ حدود کابل میں ایک بزرگ تک، جن کا نام اخوندزادہ مولوی عبداللطیف ہے، کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں......... چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خدا ترس اور تقویٰ شعار تھے، اس لئے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور ان کو اس دعویٰ کی تصدیق میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور ان کی پاک کانشنس نے بلاتوقف مان لیا کہ یہ شخص من جانب اللہ ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے۔ تب انہوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی۔ یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا۔...... جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے۔ جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی...... میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو...... انہی دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہنچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کرکے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۹ تا ۱۱)

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

''جن ایام میں ڈیورنڈ لائن کے معاہدہ کے مطابق حد بندی کا کام ہو رہا تھا ان دنوں دونوں طرف کے نمائندے دن کو تو حد بندی کا کام کرتے تھے اور رات کو باہم ملاقات اور دعوتوں کی مجلسیں ہوتی تھیں۔ جن میں مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات بھی ہوتا تھا۔ جب پاڑہ چنار کے علاقہ میں کام ہو رہا

تھا تو پشاور کے ایک صاحب جن کا نام سید چمن بادشاہ تھا اور جو بطور محرر انگریزی وفد کے ساتھ منسلک تھے، ان کی حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور اور دعویٰ کا ذکر کیا۔ اس میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے بہت دلچسپی لی اور حضور کی کوئی تصنیف دیکھنے کی خواہش کی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۸۹۴ء کا ہے کیونکہ ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کا کام ۲۹ مئی ۱۸۹۴ء سے شروع ہو کر ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء تک جاری رہا تھا۔

سید احمد نور کا بیان ہے کہ حد بندی کے دوران جب دوڑ، خوست اور ٹل وغیرہ کی سرحدات متعین ہو گئیں اور پاڑہ چنار اور پیواڑ کوتل کے علاقہ میں کام ہو رہا تھا تو ٹل کے مقام پر ایک شخص نے حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری کی دی ہوئی ایک کتاب حضرت صاحبزادہ صاحب کو دی جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف تھی۔ یہ کتاب میری موجودگی میں نہیں دی گئی۔ بعد میں آپ یہ کتاب سیدگاہ لے آئے اور ہم سے اس کا ذکر کیا اور بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اسی کا مجھے انتظار تھا۔ اس کتاب میں بیان فرمودہ تمام باتیں سچی ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جس کا انتظار دنیا کر رہی تھی۔ وہ آ گیا ہے۔ خدا نے مصلح بھیج دیا ہے۔ یہ وہی آدمی ہے جس کے بارہ میں رسول کریم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ جہاں بھی نازل ہو اس کی طرف دوڑو اور آپ نے اس پر سلام بھیجا تھا۔ میں زندہ رہوں یا فوت ہو جاؤں لیکن جو شخص میری بات مانتا ہے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ ضرور اس کے پاس جائے۔

یہ بات آپ نے اپنی مجلس میں اپنے خاص دوستوں سے کی تھی۔ آپ نے اپنے شاگردوں کو اشتیاق دلایا کہ وہ جائیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملیں اور آپ کے حالات معلوم کر کے واپس آئیں۔ اس مجلس میں مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب بھی موجود تھے۔ صاحبزادہ صاحب کی باتیں سن کر انہوں نے کہا کہ میں جاؤں گا اور پتہ لاؤں گا۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں تم جاؤ اور تاکید کی کہ پوری تفتیش کر کے پتہ لے کر آؤ۔ اس پر مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے اور آپ کے حالات معلوم کر کے اور آپ کی بعض کتب لے کر واپس آئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو جملہ حالات سے خبر دی۔ مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب متعدد بار قادیان آئے۔ ان کے علاوہ صاحبزادہ صاحب کے شاگردوں میں سے مولوی عبدالستار خان صاحب معروف بہ بزرگ صاحب، مولوی سید غلام محمد صاحب اور سید حکیم صاحب بھی مختلف اوقات میں چند بار قادیان گئے اور وہاں کئی ماہ قیام کر کے واپس ہوئے۔ واپس آ کر یہ لوگ حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات بتاتے تھے اور حضور کی نئی شائع شدہ کتب ساتھ لے کر آتے تھے۔

بعض دفعہ یہ شاگرد بعض سوال بھی پیش کرتے جن کے جواب حضرت صاحبزادہ صاحب ان کو سمجھایا کرتے تھے۔ غالباً ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی بیعت کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوایا اور بعض تحائف بھی حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ارسال کئے۔ آپ کے بعض شاگردوں نے بھی اپنی بیعت کے خطوط لکھے اور ارسال کئے۔ ان میں مولوی عبدالستار خان صاحب، سید حکیم صاحب، سید احمد نور صاحب اور مولوی سید غلام محمد صاحب شامل تھے۔

(عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۰، ۳۱۔ قلمی مسودہ صفحہ ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۱، ۲۴، ۳۵۔ شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۳، ۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بعض اور مواقع اور ذرائع سے بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کو ملیں ان کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے۔

مولوی عبدالستار خان صاحب کا بیان ہے کہ ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کے دوران ایک شخص حضرت صاحبزادہ صاحب کو ملا۔ وہ پڑھا لکھا تھا اس نے ایک کتاب حضرت صاحبزادہ صاحب کو دی اور عرض کی کہ میں نے بہت کتابوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس کتاب کا مجھے پتہ نہیں چلتا۔ ایک شخص نے مسیح زمان ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے اس کتاب کا کچھ رد لکھا ہے۔ آپ بڑے عالم و فاضل ہیں آپ اس کا بہتر جواب لکھ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں تو مصروف ہوں گھر جا کر یہ کتاب دیکھوں گا۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ ۴، ۵)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے ایک شاگرد کا حج پر جانا اور راستہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سن کر قادیان جانا

مولوی عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ایک شاگرد براستہ ہندوستان حج کے لئے روانہ ہوئے۔ جب دہلی پہنچے تو کسی شخص نے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع دی اور حضور کی بہت تعریف و توصیف کی۔ اس شاگرد کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا اور وہ قادیان آ گئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے، آپ کی باتیں سن کر اتنا متاثر تھے کہ انہوں نے حضور کی بیعت کر لی۔

جب وہ اپنے ملک واپس جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے افغانستان کے امیر عبدالرحمٰن خان کے نام ایک تبلیغی خط لکھنے کی آرزو کی۔ حضورؑ نے پہلے تو فرمایا کہ تمہارا امیر نافہم اور ظالم ہے وہ ایمان نہیں لائے گا۔ لیکن اس شاگرد کے اصرار پر حضور نے انہیں ایک خط فارسی زبان میں لکھ دیا۔ اس کا کچھ حصہ عربی میں تھا۔ اس خط کا اردو ترجمہ سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۷۶۱ میں چھپا ہوا ہے۔

اس خط میں حضور نے امیر عبدالرحمٰن خان کو لکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مامور و مصلح بنا کر مبعوث کیا ہے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ خود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کہتا ہوں۔ میں اس زمانہ کا مجدد ہوں اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح و مہدی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس کے علاوہ آپ نے امیر عبدالرحمٰن خان کو اس خط میں بعض نصائح بھی فرمائیں۔ یہ خط ماہ شوال ۱۳۱۳ھ مطابق مارچ ۱۸۹۶ء میں لکھا گیا۔

جب یہ شاگرد خوست پہنچے تو انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو وہ خط دے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو سچی ہے اور یہ کلام ایک عظیم الشان کلام ہے لیکن امیر عبدالرحمٰن خان اتنی سمجھ نہیں رکھتا کہ وہ اسے سمجھ سکے اور ایمان لے آئے اس لئے یہ خط بھجوانا بے سود ہوگا۔ یہ خط حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس پڑا رہا۔ ایک موقعہ پر آپ نے یہ خط سردار شیر یندل خان کو دکھایا تو اس نے خط پڑھ کر کہا کہ یہ بات تو سچی ہے مگر امید نہیں کہ امیر اسے مانے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ

السلام سے ملوں لیکن سردار نے کہا کہ جس طرح میں اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دے سکتا آپ کو بھی اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ بڑے آدمی ہیں، امیر ہی اجازت دے تو دے۔

یہ شاگرد کون تھے اور کب قادیان آئے اس بارہ میں وضاحت نہیں مل سکی۔ عام طور پر معروف تو یہی ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے وہ شاگرد جو پہلی دفعہ قادیان گئے وہ مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب شہید تھے اور جن کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے خود تحقیق احوال کے لئے قادیان بھجوایا تھا۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ ۱۴، ۱۵۔

سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۷۱۶)

افغانستان کے دو (رفقاء) جو ۳۱۳ (رفقاء) کی فہرست میں شامل ہیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنوری ۱۸۹۷ء میں اپنی کتاب انجام آتھم شائع فرمائی جس میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اپنے ۳۱۳ (رفقاء) کے نام درج فرمائے۔ اس فہرست میں نمبر ۱۱۱ پر ایک نام یوں درج ہے:

"شیخ محمد عبدالرحمٰن صاحب عرف شعبان، کابلی"

یہ (رفیق) مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب شہید اوّل افغانستان معلوم ہوتے ہیں۔

دوسرا نام نمبر ۱۳۶ پر یوں درج ہے۔

"مولوی شہاب الدین صاحب غزنوی، کابلی"

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱، صفحہ ۳۲۶)

یہ دوسرے (رفیق) کون تھے اور کب قادیان آئے اور احمدی ہوئے اس بارہ میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے یہ وہی شاگرد ہوں جن کا ذکر مولوی عبدالستار خان صاحب نے کیا ہے کہ وہ حج کرنے گئے تھے اور دہلی میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سن کر قادیان چلے گئے اور حضورؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور قادیان سے واپس آتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کر کے امیر عبدالرحمٰن خان کے نام خط لے کر واپس آئے۔ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

واقعہ شہادت میاں عبدالرحمٰن صاحب شاگرد حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے تخمیناً دو برس پہلے ان کے ایماء اور ہدایت سے میاں عبدالرحمٰن شاگرد رشید ان کے قادیان میں شاید دو یا تین دفعہ آئے اور ہر یک مرتبہ کئی مہینے تک رہے اور متواتر صحبت اور تعلیم اور دلائل کے سننے سے ان کا ایمان شہداء کا رنگ پکڑ گیا اور آخری دفعہ جب کابل واپس گئے تو وہ میری تعلیم سے پورا حصہ لے چکے تھے اور اتفاقاً ان کی حاضری کے ایام میں بعض کتابیں میری طرف سے جہاد کی ممانعت میں چھپی تھیں جن سے ان کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سلسلہ جہاد کا مخالف ہے ...... جب وہ مجھ سے رخصت ہو کر پشاور میں پہنچے تو اتفاقاً خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سے جو پشاور میں تھے اور میرے مرید ہیں، ملاقات ہوئی اور انہی دنوں خواجہ

کمال الدین صاحب نے ایک رسالہ جہاد کی ممانعت میں شائع کیا تھا، اس سے ان کو بھی اطلاع ہوئی اور وہ مضمون ایسا ان کے دل میں بیٹھ گیا کہ کابل میں جا کر جا بجا انہوں نے یہ ذکر شروع کیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا درست نہیں کیونکہ وہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کے حامی ہیں اور کئی کروڑ مسلمان امن و عافیت سے اُن کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ تب یہ خبر رفتہ رفتہ امیر عبدالرحمٰن کو پہنچ گئی اور یہ بھی بعض شریر پنجابیوں نے جو اس کے ساتھ ملازمت کا تعلق رکھتے ہیں، اس پر ظاہر کیا کہ یہ ایک پنجابی شخص کا مرید ہے جو اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اور اس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ انگریزوں سے جہاد درست نہیں بلکہ اس زمانہ میں قطعاً جہاد کا مخالف ہے۔ تب امیر یہ بات سن کر بہت برافروختہ ہو گیا اور اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔

تا مزید تحقیقات سے کچھ زیادہ حال معلوم ہو۔ آخر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ضرور یہ شخص مسیح قادیانی کا مرید اور مسئلہ جہاد کا مخالف ہے۔ تب اس مظلوم کو گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے شہید کیا گیا۔ کہتے ہیں اس کی شہادت کے وقت بعض آسمانی نشان ظاہر ہوئے"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۴۸،۴۷)

سید نور احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ مولوی عبدالرحمٰن خان جب آخری دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت سے واپس افغانستان آئے تو پہلے سیدگاہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں حضورؑ کی وہ تصنیفات دیں جو وہ قادیان سے لے کر آئے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن چلے گئے جو قبیلہ منگل کے علاقہ میں ہے۔ اس پر کسی شخص نے امیر عبدالرحمٰن خان کے پاس ان کی شکایت کی اور ان کے قادیان جانے کا بھی ذکر کیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان نے حاکم کے نام حکم بھیجا کہ مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کو گرفتار کر کے کابل بھجوایا جائے۔ حاکم خوست نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو اطلاع دی کہ ایسا حکم آیا ہے۔ جب مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو علم ہوا تو وہ روپوش ہو گئے۔ اس پر امیر عبدالرحمٰن خان نے حکم دیا کہ ان کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا جائے اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے کابل بھجوا دیا جائے۔ جب مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کو اپنے اہل وعیال کی گرفتاری کے متعلق حکم کا علم ہوا تو خود ہی کابل چلے گئے اور امیر عبدالرحمٰن کے پیش ہو گئے۔ امیر نے ان سے پوچھا تم افغانستان سے بلا اجازت باہر کیوں گئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سرکار کی خدمت کے لئے قادیان گیا تھا اور وہاں سے آپ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں لایا ہوں۔ امیر نے ان سے کتابیں لے کر انہیں قید خانہ بھجوا دیا۔

امیر عبدالرحمٰن خان کو شکایت کئے جانے کا سبب یہ تھا کہ مولوی صاحب نے علی الاعلان حاکموں، افسروں اور عوام تک یہ خبر پہنچانا شروع کر دی تھی کہ قادیان میں ایک مصلح کا ظہور ہو گیا ہے۔ مجھے صحیح معلوم نہیں کہ ان سے قید میں کیا سلوک کیا گیا۔ سنا یہی ہے کہ ان کے منہ پر تکیہ رکھ کر دم بند کر کے مار دیا گیا۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۵،۴)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ

آنحضور ﷺ کا پاکیزہ بچپن

(مکرم آصف احمد خان صاحب)

ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کی تمام زندگی ہر ایک خوبی سے آراستہ اور ہر ایک عیب سے پاک ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپؐ کے آباؤ اجداد کو گناہ کبیرہ اور دوسری برائیوں سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ میں عواتک اور فواطم یعنی نیک اور پاکباز بیبیوں کی اولاد ہوں۔ نیز فرمایا کہ آدم سے لے کر آج تک میری تمام پشتیں نکاح پر مبنی ہیں اور کسی پشت میں بھی گناہ اور ناپاکی کا شائبہ تک نہیں ہے۔

اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ نَبِیٌّ

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بچہ بچہ ہی ہوتا ہے چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن نبی اکرم ﷺ بچپن میں بھی غیر معمولی اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ محمد ﷺ دوسرے بچوں کی طرح روتے اور ضد نہ کرتے تھے۔ صبح اُٹھتے تو عام بچوں کی طرح روتے ہوئے نہیں بلکہ ہنستے مسکراتے ہوئے صبح کرتے تھے۔

شقِ صدر

آنحضور ﷺ کے بچپن کا ایک اہم واقعہ شق صدر کا ہے جب کہ آپ کی عمر ابھی صرف 3 سال تھی اور آپؐ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔ یہ ایک کشفی واقعہ ہے۔ احادیث اور کتب سیرت میں یہ واقعہ تفصیل سے درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ دو آدمی آئے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کو پکڑا اور لٹا کر سینہ چاک کیا اور سینہ میں سے دل نکالا اور برف کے ٹکڑوں سے اسے دھویا اور اس دل سے تمام کثافتیں دور کر دیں۔ یہ واقعہ دوسرے بچے بھی دیکھ رہے تھے۔ وہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس بھاگے اور ان کو بتایا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ بھاگتی ہوئی آئیں اور دیکھا کہ آنحضور ﷺ بے ہوش پڑے ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سارا قصہ ان کو سنایا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ اس واقعہ کے بعد ڈر گئیں اور آنحضور ﷺ کو واپس ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آئیں۔

یہ کشفی نظارہ اس عمر میں دکھائے جانے کا مقصد یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا دل ہر ایک برائی سے چھوٹی عمر میں ہی ہمیشہ کے لئے پاک رہے گا۔ یاد رہے کہ شق صدر کا واقعہ آنحضور ﷺ کی زندگی میں دو مرتبہ پیش آیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں اور معراج سے قبل۔ بعض غیر مسلم سکالرز اس واقعہ سے آنحضور ﷺ پر مالیخولیا یا مرگی کا مریض ہونے کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ طبی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ جس قدر مضبوط اور صحت مند جسامت اور مضبوط عزم و ہمت کے مالک تھے اس قسم کے انسان ان امراض کا شکار نہیں ہوتے۔ نیز یہ ایک کشفی نظارہ تھا جس کو

مولوی عبدالرحمٰن صاحب آخری دفعہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان گئے تھے اور واپسی پر پشاور کے راستہ اپنے ملک گئے ۔ پشاور میں وہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب احمدی وکیل کے بالا خانہ پر بیرون کابلی دروازہ میں مقیم رہے۔ ان دنوں میں سرحدی علاقوں میں افغان غازی جہاد بالسیف کے غلط تصور کی وجہ سے بے گناہ انگریزوں کے ناحق قتل میں مصروف رہتے تھے۔انہیں ایام میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رسالہ جہاد کے بارہ میں لکھا تھا جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جہاد کی حقیقت واضح کی گئی تھی اور اس قسم کے قتال کو خلاف منشاء اسلام ثابت کیا تھا۔مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب یہ رسالہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی لٹریچر موجودہ زمانہ میں جہاد بالسیف کے خلاف ان کے پاس تھا اور انہوں نے افغانستان جا کر یہ لٹریچر اور کتابیں تقسیم کی تھیں۔

اس پر امیر عبدالرحمٰن خان نے ان کے لئے قید کا حکم دیا اور تحقیقات کے بعد مولوی صاحب کے عقائد اور ان کتب اور رسائل کے مضمون کو جو وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے اپنے عقیدہ جہاد کے خلاف پایا تو ان کو شہید کروادیا۔

سید محمود احمد صاحب افغانی کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کی شہادت ۲۰ جون ۱۹۰۱ء کو ہوئی تھی۔

(حاشیہ الملفوظین حصہ اول صفحہ ۳۱ تا ۳۴ مصنف جناب قاضی محمد یوسف صاحب و قلمی مسودہ تاریخ احمدیت افغانستان مصنف سید محمود احمد افغانی)

(باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی

مجلس عرفان

سوال: بینک میں رقم رکھوا کر نفع لینا کیوں ناجائز ہے۔ جب کہ بینک اس رقم کو تجارت میں لگا کر نفع دیتے ہیں اور اگر یہ درست نہیں تو پھر تجارت کیوں جائز ہے؟

جواب: فرمایا: یہ کوئی نیا سوال نہیں جو پیش ہوا ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے مشرکین نے بھی آنحضرت ﷺ سے یہی کہا تھا کہ عجیب بات ہے کہ تجارت اور سود میں بظاہر کوئی خاص فرق نہیں لیکن اسلام نے ایک کی اجازت دے دی ہے اور دوسرے سے منع فرمایا ہے۔ اس پر قرآن کریم نے اس کا مفصل جواب دے دیا تھا۔ آج کل جو اس قسم کے سوالات ابھر رہے ہیں کہ سود اور تجارت میں کیا فرق ہے؟ وہ اس بنیادی اصول سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ سود کی تعریف کیا ہے؟ سود کے متعلق کہا گیا ہے کہ جب تم کسی سے رقم لو یا دو اور اس کے بدلہ میں کوئی جنس یا چیز نہ دو اور نہ ہی کوئی چیز بدلے میں لو اور وہ رقم ان شرائط کے ساتھ دی جائے کہ یہ ایک معین وقت تک کسی کے پاس رہے گی قطع نظر اس بات کے کہ وہ کس طرح خرچ کی جاتی ہے اور اس میں لینے والے کو نفع ہوتا ہے یا نقصان۔ جس نے قرض دیا ہے اس کو ایک مقررہ شرح کے مطابق پیسے زیادہ ہی ملیں گے اور جتنے وقت کے لئے وہ پیسہ دیا جائے گا اس کے مطابق اس میں کمی بیشی ہوتی رہے گی۔ وقت اور شرح کا تعین سود کا ایک لازمی جزو ہے۔ یہ وہ سادہ سی تعریف سود کی ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بیان کی گئی۔ اب جس معاہدہ پر اس تعریف کا اطلاق ہوگا وہ قرآن کریم کی رو سے سود ہی کہلائے گا خواہ اس کے لئے کوئی بھی اصطلاح ایجاد کر لی جائے۔ جب کوئی شخص بینک میں پیسہ رکھواتا ہے اور جو معاہدہ کرتا ہے اس میں نقصان کے احتمال کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ رکھوانے والے کے پیسے نے بڑھنا ہی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بینک کا نظام سود کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ بینک کے ساتھ معاہدے کی شرائط کی بناء پر اس کے جائز اور ناجائز ہونے کا دارومدار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قسم کے معاہدے کو قطعی طور پر اسلام کے منافی قرار دیا ہے بلکہ اپنے ایک (رفیق) کو یہاں تک فرمایا کہ اس قسم کی سود بازی کو بالکل ختم کر دیں اور خواہ کتنا نقصان ہی کیوں نہ ہو اسے برداشت کریں۔ اب اس کے برعکس تجارت کو لیں۔ تجارت کیا ہے؟ اس میں رقم کے بدلہ میں کوئی نہ کوئی چیز (Commodity) ہوتی ہے۔ دوسرا فریق اسے فروخت کرنے کے بعد ساری ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ فریق اول رقم دے کر چیز خرید لیتا ہے اور حساب بیباق ہو جاتا ہے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اگر اس چیز کی

قیمت میں اضافہ ہو جائے تو اسے نفع ہو جاتا ہے اور اگر قیمت میں کمی ہو جائے تو اسے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ تجارت میں نفع اور نقصان دونوں امکانات موجود ہیں جب کہ سود میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ صرف نفع ہی ہوتا ہے۔ اگر اس رقم کی قیمت گر بھی جائے تو قرض دینے والے کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اسے ہر حالت میں نفع ہی ملتا ہے۔ پس یہی بنیادی فرق ہے تجارت اور سود میں۔ چونکہ آج کل کے بینکوں کے نظام میں یہ طریق کار رائج ہے لہذا اس میں اور اس سود کے طریقہ کار میں جو کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں رائج تھا، کوئی بھی فرق نہیں۔

سوال: کیا گورنمنٹ کی کنٹرول شدہ لاٹری کے حصص خریدنا جائز ہیں؟

جواب: فرمایا: لاٹری خواہ گورنمنٹ کی کنٹرول شدہ ہو یا کسی اور کی ہو اس کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کوئی چیز خرید رہے ہیں جو آپ نے بہر حال خریدنی ہے اور اس کی خرید کے ساتھ کسی لاٹری کا ٹکٹ بھی شامل ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ نیت لاٹری کی نہیں تھی۔ لیکن لاٹری کا ٹکٹ محض لاٹری کا پیسہ حاصل کرنے کے لئے خریدنا کسی بھی حالت میں جائز نہیں۔

سوال: انشورنس کے متعلق ضروری استفسار کا جواب۔

(نوٹ: یہ جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات سے مستنبط کر کے کتاب 'بحر عرفان' میں شائع کیا گیا ہے۔ ادارہ)

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس معاہدہ میں جوئے اور قمار کی ملونی نہ ہو وہ جائز ہے۔ جوئے میں ذمہ داری نہیں ہوتی اور کاروبار ذمہ داری کے متقاضی ہیں۔ جماعت کی مجلس افتاء نے انشورنش کے معاہدات پر حضور کے مذکورہ ارشاد کی روشنی میں غور کیا ہے اور یہ فیصلہ دیا ہے کہ انشورنس کے معاہدات کے موجودہ قواعد وضوابط میں جوئے کا عمل دخل نہیں ہے کیونکہ معاہدہ کے فریقین برابر کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ تاہم موجودہ نظام مالیات میں دوسرے معاملات کی طرح انشورنس کے نظام میں بھی سود اور ربا کی ملونی ہے اور مالی معاملات کا یہ پہلو مجلس افتاء کے زیر غور ہے لیکن جب تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوتا اس وقت تک کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ جائداد (گھر۔ کار۔ کاروبار وغیرہ) کا بیمہ (انشورنس) اگر کوئی کرانا چاہے تو جائز ہے۔ یہ احتیاط اسی نوعیت کی ہے جیسے حفاظت مال کے لئے دوسری تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، گارڈ اور محافظ مقرر کرنا، حفاظت کی غرض سے ہتھیار یا کتے رکھنا۔ دوسرے حفاظتی انتظام جس طرح جائز ہیں اسی طرح اگر حالات کا تقاضا ہو یا حکومت کا قانون ہو تو انسان اگر چاہے تو جائداد وغیرہ کا بیمہ کرا سکتا ہے۔ اس کی اجازت ہے۔ زندگی کے بیمہ (لائف انشورنس) کے بارے میں یہ ہدایت ہے کہ اگر حکومت کے قانون کی وجہ سے مجبوری ہو مثلاً روزگار نہ ملتا ہو۔ کاروبار نہ کر سکتا ہو۔ ملازمت کی اجازت نہ ہو تو یہ بھی جائز ہے۔

("بحر عرفان" شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور)

* - * - * - * - * - * - * - *

تعارف کتب

قادیان کے آریہ اور ہم

(مکرم عبدالحق بدر صاحب)

اکتوبر میں خدام کے مطالعہ کے لیے مقررہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف ”قادیان کے آریہ اور ہم“ ہے۔ یہ کتاب 44 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت 20 فروری 1907ء کو ہوئی۔

اس کتاب کے تحریر فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؑ نے دسمبر 1906ء کے جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے یہ بیان فرمایا تھا کہ قادیان کے تمام ہندو خاص طور پر لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل میرے بیسیوں نشانات کے گواہ ہیں اور بہت ساری پیشگوئیاں جو آج سے پینتیس برس قبل ان کے سامنے کی گئی تھیں اب پوری ہو چکی ہیں۔ قادیان کے آریوں کی طرف سے نکلنے والے اخبار ”شبھ چنتک“ میں لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کی طرف منسوب کر کے ایک اعلان شائع کیا گیا کہ ہم مرزا صاحب کے کسی بھی نشان کے گواہ نہیں ہیں۔

چنانچہ اس پر حضورؑ نے ایک فیصلہ کن کتاب ”قادیان کے آریہ اور ہم“ کے نام سے شائع فرمائی۔ اس میں حضورؑ نے بطور نمونہ چند نشانات پیش کر کے لالہ شرمپت اور ملاوامل کو چیلنج دیا کہ وہ خدا کی قسم کے ساتھ مجھ سے فیصلہ کریں اور خواہ سامنے آ کر اور خواہ تحریر کے ذریعہ سے اس طرح پر خدا کی قسم کھائیں کہ فلاں فلاں نشان جو لکھے گئے ہیں ہم نے نہیں دیکھے اور اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو خدا ہم پر اور ہماری اولاد پر اس جھوٹ کی سزا نازل کرے۔ حضورؑ نے فرمایا:-

”یہ لوگ اس طرح پر قسم نہ کھائیں گے بلکہ حق پوشی کا طریق اختیار کریں گے اور سچائی کا خون کرنا چاہیں گے تب بھی میں امید رکھتا ہوں کہ حق پوشی کی حالت میں بھی خدا ان کو بے سزا نہیں چھوڑے گا کیونکہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی بے عزتی خدا کی بے عزتی ہے“۔

(قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 443)

خدا کی قدرت! ”شبھ چنتک“ کا پورا عملہ طاعون کا شکار ہو گیا اور خدا کے اس قہر نے ان کی اولاد اور اہل وعیال کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 593)

آخر میں حضورؑ نے آریوں کے پرمیشر اور اس کی صفات کے متعلق عقائد پر جرح فرمائی اور توبہ کی حقیقت بیان فرمائی ہے اور سب سے آخر میں اسلام کی صداقت اور آریہ مذہب کی حقیقی تصویر کو اپنی ایک نظم میں پیش فرمایا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:-

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو! شمس الضحیٰ یہی ہے

چنانچہ آپ سچی توبہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں:-

”سچی توبہ درحقیقت ایک موت ہے جو انسان کے ناپاک جذبات پر آتی ہے اور ایک سچی قربانی ہے جو انسان اپنے پورے صدق سے حضرت احدیت میں ادا

کرتا ہے اور تمام قربانیاں جو رسم کے طور پر ہوتی ہیں اسی
کا نمونہ ہے۔ سو جو لوگ یہ سچی قربانی ادا کرتے ہیں جس
کا نام دوسرے لفظوں میں توبہ ہے، درحقیقت وہ اپنی
سفلی زندگی پر ایک موت وارد کرتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ
جو کریم و رحیم ہے اس موت کے عوض میں دوسرے
جہان میں ان کو نجات والی زندگی بخشتا ہے کیونکہ اس کا
کرم اور رحم اس بخل سے پاک ہے جو کسی انسان پر دو
موتیں وارد کرے۔ سو انسان توبہ کی موت سے ہمیشہ کی
زندگی کو خریدتا ہے اور ہم اس زندگی کے حاصل کرنے
کے لئے کسی دوسرے کو پھانسی پر چڑھانے کے محتاج
نہیں۔ ہمارے لئے وہ صلیب کافی ہے جو اپنی قربانی
دینے کی صلیب ہے"۔

(قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 447)

کتاب میں مذکور مشکل الفاظ کے معنی

نِہاں: .... پوشیدہ، چھپا ہوا

پَربَت: .... پہاڑ

سرب شکتی مان: .... قادر مطلق

پرارتھنا: .... التجا کرنا، گناہوں کی معافی مانگنا

مکتی خانہ: .... نجات کی جگہ

کھیدا: .... رنج کا مترادف، مشقت

بسارو: .... بھولو۔ فراموش کرو

کتھا: .... حکایت، افسانہ

☆☆☆

حضرت مولوی رحمت علی صاحب

(مکرم عطاء الوحید باجوہ صاحب۔ میر پور خاص)

ولادت اور بچپن

وصیت کے ریکارڈ کے مطابق آپ کی ولادت ۱۸۶۷ء میں ہوئی۔

آپ کا بچپن پھیروچچی گاؤں میں، جو قادیان سے نویں میل پر دریائے بیاس کے کنارہ پر واقع ہے، گزرا۔ آپ آرائیں قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان گاؤں میں معزز اور متمول شمار ہوتا تھا۔ آپ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے اور آپ کے دو حقیقی تایا تھے مگر ان دونوں کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے ان بزرگوں کی شفقت و پیار کا سایہ بھی انہی پر رہا۔ گاؤں سے کچھ دور ایک پرائمری سکول تھا وہاں دو ہی برس میں آپ نے پرائمری پاس کرلی۔ (میرے والدین، صفحہ ۴)

حلیہ

آپ کا قد درمیانہ تھا رنگ گندمی تھا۔ کشادہ پیشانی اور سر پر دیسی ململ کی بڑی سی پگڑی ہوتی تھی۔ آپ کا لباس بالکل سادہ تھا تہبند ہی زیر کمر رکھتے تھے۔ اکثر سفید کپڑے پسند تھے۔ پاؤں میں سادہ دیسی جوتی پہنتے تھے۔

(میرے والدین، صفحہ ۵۲)

ابتدائی حالات

آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

”میری پہلی شادی قادیان کے ملحقہ گاؤں ننگل میں ہوئی تھی اس لئے میں قادیان آتا جاتا رہتا تھا، تو جب بھی میں اپنے سسرال آتا تو مہمان خانہ قادیان آجاتا۔ وہاں ان دنوں ایک مولوی محمد حسن صاحب جو اکثر قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے ان کے پاس بیٹھ جاتا تو وہ مجھے تبلیغ کرتے رہتے۔

.....آخر وہ مجھے ایک دن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں لے گئے تو میں نے دیکھتے ہی آپ کے دست مبارک پر بیعت کرلی“۔ (میرے والدین، صفحہ ۱۰،۹)

بیعت

آپ اپنے حالات خود تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”۱۹۰۲ء کے لگ بھگ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے اپنے گاؤں پھیروچچی ضلع گورداسپور میں سب سے پہلے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا“۔

(میرے والدین، صفحہ ۹)

شادی اور اولاد

آپ کی پہلی شادی عائشہ بی بی سے ہوئی تھی جن سے صرف دو بیٹیاں تھیں۔ دوسری شادی اپنے ہی گاؤں میں کریم بی بی صاحبہ سے ہوئی جو پہلے بیوہ تھیں، جن سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ (میرے والدین، صفحہ ۲۶)

دلیرانہ تبلیغ

آپ کے بیٹے احسان الٰہی صاحب معلم وقف جدید تحریر کرتے ہیں:۔

آپ دلیر طبع اور نڈر تھے ...... سندھ میں ٹرین حیدرآباد اور میرپورخاص سے ہمارے علاقہ کی اسٹیشنوں (ناصر آباد، محمود آباد) کی طرف چلنی شروع ہوئی تو آپ کا معمول تھا کہ ٹرین میں سفر کرنا اور ڈبہ ڈبہ میں حضرت مسیح پاک اور امام برحق کی آواز کو لوگوں تک پہنچانا۔ خاکسار (مکرم احسان الٰہی صاحب معلم وقف جدید) اس زمانے میں پرائمری میں پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ اپنے والد صاحب کے ساتھ ٹرین میں ہم سفر تھا گاڑی چلی اور آپ نے کھڑے ہو کر ڈبہ میں (دعوت الی اللہ) شروع کردی۔ لوگ اُٹھ اُٹھ کر اعتراض کرتے اور مخالفت کی وجہ سے برا بھلا کہنے لگ گئے۔ آپ بڑے اطمینان اور حوصلہ سے ان کے جوابات دیتے۔ میں بچہ ہونے کی وجہ سے ڈر رہا تھا۔ اپنے ابا جی کے کپڑوں کو زور زور سے کھینچتا کہ آپ بیٹھ جائیں یہ لوگ ہمیں ماریں گے۔ مگر جب تک اپنا اسٹیشن نہ آیا آپ اسی طرح صداقت حضرت مسیح موعود بیان کرتے چلے گئے۔ فرماتے خدا کی اس آواز کو لوگوں تک پہنچانے سے میری روح کو سکون ملتا ہے۔ (میرے والدین، صفحہ ۴۴)

قبولیت دعا کا ایک حیرت انگیز واقعہ

حضرت مولوی صاحب نے بیان فرمایا کہ دریائے بیاس کے پار راجپورہ تھا جہاں حضرت مصلح موعود نے مجھے گزارہ کے لئے کچھ زمین دے رکھی تھی وہاں اور بھی آبادی تھی میں اکثر گندم وہاں سے پسوا کر آٹا گھر لے آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ برسات کا موسم تھا معمول کے مطابق ایک من کے قریب آٹا پسوا کر اپنے گاؤں پھیروچیچی روانہ ہوا تو رستہ میں ہی اندھیرا چھا گیا۔ میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا ہم دریائے بیاس کے کنارے پہنچے تو اس میں سیلاب کی صورت پیدا ہو چکی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے صحیح اندازہ نہ لگ سکا۔ میں تیراکی بھی کوئی خاص نہ جانتا تھا۔ دوسرا آدمی خالی تھا میرے سر پر بوجھ تھا بہر حال ہم دونوں دریا میں ٹھل پڑے (یعنی پار کرنا شروع کردیا۔ ناقل) پانی کی رفتار بہت تیز تھی اور درمیان میں چھ سات فٹ پانی اونچائی پر بہہ رہا تھا اور غالب خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ پانی گلے تک آئے گا وہ شخص تو جوں توں کر کے پار چلا گیا۔ مگر میں جب دریا کے درمیان پہنچا تو پانی کا ایک تیز ریلا آیا، آٹا کہیں گیا۔ مجھ میں نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت اور نہ آگے بڑھنے کی سکت رہی۔ پھر رات کا اندھیرا۔ آخر پانی بہا کر مجھے دور تک لے گیا۔ آگے بہت بڑا گڑھا ہوا کرتا تھا وہاں سے مجھے ڈر تھا۔ آخر جب میں اس میں داخل ہو گیا تو موت سامنے نظر آنے لگی۔ اس خطرناک صورت میں جب میں نے دردِ دل سے اپنے پروردگار سے فریاد کی کہ مولا چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی ماں بھی کوئی نہیں ان کا کیا بنے گا مجھ پر رحم فرما تب میں نے یک دم محسوس کیا کہ اس خوفناک جگہ میں سے کسی طاقت ور وجود نے مجھے اوپر اٹھا لیا ہے اور آناً فاناً اس جگہ لا کر کھڑا کردیا جہاں زمین پر میرے قدم لگ گئے اور میں بحفاظت کنارے پر آ گیا۔ وہ جو میرے ساتھ آدمی تھا اس نے گاؤں میں جا کر مشہور کردیا کہ مولوی رحمت علی صاحب کو پانی بہا لے گیا ہے۔ وہ یقیناً ڈوب گئے ہیں۔ یہ بات اس کی بالکل سچی تھی ایسی تیز لہروں کے آگے کون بچ سکتا ہے۔ بہر حال برادری کے لوگ دریا کے اس گڑھے کی طرف بھاگے کہ شاید میری لاش پکڑی جا سکے۔ تب اتنے میں میرے جیسا مردہ بھی دوبارہ زندہ ہو کر ان تک آ گیا۔ باقی مجھے اپنی موت پر اتنا یقین ہو گیا تھا کہ جس قدر انسان کو چمکتے ہوئے سورج پر ہو سکتا ہے۔ مگر اس آڑے وقت میں میرے مولا نے میری فریاد کو قبول فرمایا اور اپنی قدرت نمائی سے میرے جیسے کو موت کے پنجے سے

چھڑالیا اور پھر لمبی زندگی بھی عطا کی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔(میرے والدین صفحہ ۴۴تا۴۵)

وفات

آپ کو سلسلہ احمدیہ کی بہت خدمات کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۳۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے سندھ میں زمینیں خریدیں تو آپ کو نگران بنا کر سندھ بھیج دیا۔ پہلے محمود آباد اسٹیٹ۔ پھر ناصر آباد چلے گئے اور یہیں ۹ جون ۱۹۵۷ء کو اچانک اس دنیائے فانی سے رخصت ہو کر اپنے مولا کریم سے جا ملے۔

آپ کا ذکر خیر بزبان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

ایک مجلس مشاورت کے موقع پر زمینداروں کی محنت و مشقت پر گفتگو کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:۔

''ہمارے ایک مولوی رحمت علی صاحب آف پھیروچیچی تھے جو آج کل میری زمین جو سندھ میں ہے وہاں پر مقیم ہیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ دو خاندانوں کا بوجھ ان کے کندھوں پر تھا اکیلے کمانے والے تھے۔ گاؤں میں ان کی تھوڑی سی زمین تھی اس کے باوجود اس قدر محنت کرتے تھے کہ اچھی بھلی زندگی بسر کرتے تھے''۔(میرے والدین صفحہ ۳۶)

حضور فرمایا کرتے تھے:۔

''مولوی رحمت علی صاحب نے بڑے ابتلاؤں اور دشوار گزار راہوں سے اپنی زندگی کا سفر طے کیا ہے۔ بہادری اور محنت سے اپنی مشکلات پر قابو پایا۔ مولوی صاحب بڑے ہی صابر وہ انسان تھے''۔

(میرے والدین۔صفحہ ۳۵ مولفہ احسان الٰہی معلم وقف جدید)

☆☆☆

ضروری اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض احمدی احباب آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی ''محمد'' کو انگریزی میں مخفف کر کے ".MOHD" لکھتے ہیں یا اس کے سپیلنگ غلط لکھتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ یہ غیر مناسب ہے۔ پورا نام "MOHAMMAD" لکھنا چاہیے۔

مہربانی فرما کر تمام احباب کو اس ہدایت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(پرائیویٹ سیکرٹری)

قارئین خالد متوجہ ہوں

تمام قارئین سے گذارش ہے کہ ماہنامہ خالد کے ای میل ایڈریس پر آپ اپنی آراء، تبصرے اور رسالے کی بہتری کے لئے مشورے بھجوا سکتے ہیں۔ نیز اگر کوئی مضمون ہو تو وہ بھی میل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر انتظامی اور جواب طلب امور مثلاً رسالہ کا اجراء، ''خالد'' کے چندہ کی بابت استفسار یا رسالہ نہ ملنے کی شکایت وغیرہ کے لئے بذریعہ خط مینیجر صاحب یا مہتمم صاحب اشاعت سے رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء (ادارہ ''خالد'')

Monthlykhalid52@yahoo.com

ادارہ ماہنامہ خالد، شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

فون نمبر 04524-212349/212685

فیکس: 04524-213091

برصغیر کے نوبیل انعام یافتگان

ایک تعارف

(مکرم خواجہ عاصم منظور صاحب۔ ربوہ)

برصغیر کی زرخیز زمین نے کئی ایسے سپوتوں کو جنم دیا ہے جنہوں نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ مغربی دنیا کے ماہرین علوم وفنون کو ان کے سامنے اپنی گردنیں خم کرنی پڑیں اور انہیں دنیا کے سب سے بڑے انعام سے نوازا پڑا۔ اب تک برصغیر کی مٹی سے جنم پانے والے لوگوں میں سے چھ افراد کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے جنہوں نے نوبیل انعام حاصل کیا۔

رابندرناتھ ٹیگور

برصغیر پاک وہند کے سب سے پہلے نوبیل انعام پانے والے بنگال کے مشہور شاعر ''رابندرناتھ ٹیگور'' تھے جن کو ۱۹۱۳ء میں ان کی مشہور زمانہ کتاب ''گیتانجلی'' (بہار نغمہ) کی اشاعت پر ادب کے نوبیل انعام سے نوازا گیا۔

ٹیگور کا اصل نام ''رابندرناتھ ٹھاکر'' تھا لیکن انہوں نے گیتانجلی کی اشاعت سے قبل لفظ ''ٹھاکر'' کو انگریزی کا لبادہ پہنا کر ''ٹیگور'' بنا دیا۔ رابندرناتھ ٹیگور نے ۱۸۶۱ء میں کلکتہ کے ایک امیر اور دانشور گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ٹیگور نے کسی مدرسہ یا دانش گاہ میں باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی بلکہ ان کو ان کے والدین نے گھر پر ہی تعلیم دلوائی۔ ٹیگور بچپن ہی سے شاعری اور افسانہ نگاری کرتے تھے۔ ۱۷ سال کی عمر میں ان کا پہلا شعری مجموعہ شائع ہوا۔ ٹیگور کی شاعری کی خوبی اور شہرت کا یہ عالم ہوا کہ بھارت، سری لنکا اور بنگلہ دیش کے قومی ترانے ان ہی کی شاعری سے لئے گئے۔ ٹیگور نے ۷/اگست ۱۹۴۱ء کو کلکتہ میں وفات پائی۔

سرچندر شیکھر وینکٹارمن

سرچندر شیکھر وینکٹارمن ہندوستان کے وہ نامور سائنس دان تھے جن کی سائنسی دریافت Molecular Scattering of Light کو Raman Effect کا نام دیا گیا اور ۱۹۳۰ء میں ان کو طبعیات (Physics) کا نوبیل انعام دیا گیا۔

سرچندر شیکھر ۸ نومبر ۱۸۸۸ء کو جنوبی ہندوستان کے شہر ''ترچناپلی'' میں پیدا ہوئے۔ سرچندر شیکھر نے پریذیڈنسی کالج مدراس سے اعزاز کے ساتھ بی۔ اے اور ایم۔ اے کیا۔ ۱۹۲۷ء کی معرکۃ الآراء دریافت، جس کو Raman Effect کا نام دیا گیا، کے باعث سائنسی دنیا میں نامور ہوئے۔ سرچندر شیکھر کا Optics میں پہلا تحقیقی مضمون 17 سال کی عمر میں شائع ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں رائل کالج کے فیلو (Fellow) منتخب ہوئے اور ۱۹۳۰ء میں Hughes Medal کا اعزاز حاصل کیا۔ ۱۹۲۹ء میں شہنشاہ برطانیہ نے ''سر'' کا خطاب دیا۔ سرچندر شیکھر ۲۱ نومبر ۱۹۷۰ء کو ۸۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

ڈاکٹر ہر بند کھورانا

ڈاکٹر ہر بند کھورانا پنجاب کے ایک قصبے رائے پور (جو آج کل پاکستان کا حصہ ہے) میں ۹ فروری ۱۹۲۲ء کو ایک پٹواری کے گھر پیدا ہوئے۔ ملتان اور لاہور میں بی۔ایس۔سی اور ایم۔ایس۔سی کرنے کے بعد برطانوی (حکومت ہند) کی فیلوشپ پر ''لیورپول'' (Liver Pool) یونیورسٹی چلے گئے جہاں سے ۱۹۴۸ء میں علم کیمیا میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ ڈاکٹر کھورانا کو دوسرے دو سائنس دانوں کی شراکت میں ۱۹۶۸ء میں کیمیا کا نوبیل انعام دیا گیا۔

ڈاکٹر سبرامینن چندر شیکھر

ڈاکٹر سبرامینن چندر شیکھر ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو لاہور (پاکستان) کی مردم خیز دھرتی پر ایک معزز ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ''سر چندر شیکھر وینکٹا رمن'' جن کو ۱۹۳۰ء میں طبیعات کا نوبیل انعام ملا تھا، ان کے چچا تھے۔ ڈاکٹر چندر شیکھر نے اعلیٰ تعلیم مشہور زمانہ ٹرینٹی کالج کیمبرج سے حاصل کی جہاں سے ۱۹۳۳ء میں طبیعات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ ۱۹۵۳ء میں امریکی قومیت حاصل کرنے کے بعد شکاگو یونیورسٹی میں درس وتدریس کرتے رہے۔ ڈاکٹر چندر شیکھر فلائی سائنس کے مشہور ماہرین میں سے تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ڈاکٹر چندر شیکھر کو ۱۹۸۳ء میں طبیعات کا نوبیل انعام ملا جس میں امریکہ کے ''ولیم الفریڈ فاؤلر'' برابر شریک تھے جنہیں ستاروں پر تحقیق پر آدھے انعام کا مستحق گردانا گیا۔ ڈاکٹر چندر شیکھر نے ۱۹۹۵ء میں پچاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو پاکستان کے ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے۔ سکول سے لے کر یونیورسٹی تک ہر امتحان میں سابقہ تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے کیمبرج گئے جہاں سے ۱۹۵۳ء میں ریاضی اور طبیعات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ کیمبرج یونیورسٹی نے انہیں پی۔ایچ۔ڈی سے پہلے غیر معمولی کارگزاری پر ''سمتھ پرائز'' دیا۔ انہوں نے طبیعات کے میدان میں بے شمار میڈل اور انعام حاصل کئے۔ دنیا کی ۳۷ یونیورسٹیوں کی جانب سے انہیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں دی گئیں۔ وہ رائل سوسائٹی سے ۳۱ سال کی عمر میں ''فیلوشپ'' پانے کے بعد سب سے کم عمر فیلو ٹھہرے۔ انہوں نے سینکڑوں سائنسی مقالے لکھے جن میں سے اڑھائی سو کے لگ بھگ دنیا کے چیدہ چیدہ جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ وہ پوری دنیا میں فزکس کے غیر متنازعہ سکالر سمجھے جاتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے ۱۹۶۴ء میں اٹلی کے شہر ''ٹرائسٹے'' (Trieste) میں ''انٹرنیشنل سنٹر برائے تھیوریٹیکل فزکس'' کی بنیاد رکھی اور آخری عمر تک اس سے منسلک رہے۔ آپ نے تیسری دنیا کے لئے ''تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنسز'' بھی قائم کیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام کو دوسرے دو سائنس دانوں کی شراکت میں ۱۹۷۹ء کا طبیعات کا نوبیل انعام دیا گیا۔ آپ نے ۲۰ نومبر ۱۹۹۶ء کو وفات پائی اور ربوہ میں سپرد خاک ہوئے۔

ڈاکٹر عبدالسلام اپنے وطن پاکستان سے اتنی محبت کرتے تھے کہ بہت سے ممالک کی پیشکش کے باوجود انہوں نے کوئی اور شہریت قبول نہ کی اور آخر وقت تک پاکستانی رہے بلکہ

دوسرے بچوں نے بھی دیکھا۔ اس لئے یہ کوئی جنون کی کیفیت یا مرگی کا دورہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

برائی سے خدائی حفاظت

آنحضورﷺ کو خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ہمیشہ برائیوں سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ نبی اکرمﷺ نے بچپن میں دو مرتبہ میلوں پر جانے کا ارادہ کیا لیکن خدا نے اس بات کو بھی پسند نہ فرمایا۔ دونوں دفعہ خاص تصرف الٰہی سے آنحضورﷺ پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ حضورؐ کی جب آنکھ کھلی تو سورج کی روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی۔ اس کے بعد آنحضورﷺ نے پختہ عزم کرلیا کہ وہ کبھی ایسا ارادہ نہیں کریں گے۔

بکریاں چرانا

بکریاں چرانا سنت انبیاءؑ ہے اور آنحضورﷺ کی زندگی میں بھی یہ موقع آیا کہ آنحضورﷺ نے بکریاں چرائیں۔ عرب کے عام دستور کے مطابق باقی بچوں کے ساتھ آنحضورﷺ بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتے تھے۔ نبی اکرمﷺ خود فرماتے ہیں کہ ہر ایک نبی نے بکریاں چرائیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا آپؐ نے بھی؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں چند قیراط کے بدلہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ نیز یہ بھی تاریخ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں آنحضرتﷺ کا گزارہ بکریوں کے دودھ اور ادنیٰ قسم کے اناج پر تھا۔

بکریاں چرانے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ارشاد درج ہے۔ فرمایا:۔

”اور جب کچھ سن تمیز پہنچا تو یتیم اور بے کس بچوں کی طرح جن کا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہوتا ان بیابان نشین لوگوں نے بکریاں چرانے کی خدمت اس مخدوم العالمین کے سپرد کی اور اس تنگی کے دنوں میں بجز ادنیٰ قسم کے اناجوں یا بکریوں کے دودھ کے اور کوئی غذا نہ تھی“۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ حاشیہ صفحہ ۱۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

”شاید اس میں یہی حکمت خدا تھی کہ جو شخص جوان ہو کر کلام کا معجزانہ نمونہ پیش کرنے والا تھا وہ بچپن میں یوں گنواروں اور چرواہوں میں پلے تا خدا کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہو۔ خدا نے جو ان پر پیدا ہوتے ہی یہ مصیبتیں ڈالیں تو شاید اس میں یہ حکمت تھی تا ان کے مزاج میں اعلیٰ درجہ کا حلم اور صبر اور رحم پیدا ہو جائے اور تا وہ ہمدردی و بردباری اور غم خواری سے اپنے ہم وطنوں کو چاہ گمراہی سے باہر نکالیں“۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۵۶)

سفر شام اور واقعہ بحیرا راہب

آنحضورﷺ کی عمر جب 12 سال تھی تو آپؐ کے چچا ابو طالب ایک تجارتی سفر کے لئے شام جانے لگے۔ روانگی کے وقت جوش محبت میں آنحضورﷺ ابو طالب کے ساتھ لپٹ گئے اور یہ حالت دیکھ کر ابو طالب کا دل بھر آیا اور ساتھ لے گئے۔ شام کے جنوب میں بصریٰ ایک مشہور مقام ہے وہاں پہنچے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا نامی رہتا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ تمام پتھر اور درخت آنحضورﷺ کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور ایک بدلی مسلسل آنحضورﷺ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ (یہ واقعات کشفاً بھی ہوسکتے ہیں) یہ نظارہ دیکھ کر بحیرا فوراً پہچان گیا کہ

حقیقت تو یہ ہے کہ صدیوں بعد اس عظیم فرزند نے تاریخ اسلام کے نامور سائنس دانوں بو علی سینا، فارابی، رازی اور الہیثم کی یاد تازہ کردی اور یوں اس عظیم مرکز نے تیسری دنیا میں آفتابِ سائنس بن کر ان اندھیروں کو روشن کردیا جن کو مغربی دنیا نے تیسری دنیا پر مسلط کر رکھا تھا۔

سلام تجھ پہ تیرے ذوقِ آگہی کے طفیل
دیارِ شوق کا دیدہ وری میں نام ہوا
عمیق بحر کی موجوں سے کر کے سرگوشی
فضا میں ہر نئے سورج سے ہمکلام ہوا

دلائی لامہ چہاردہم

برصغیر کے شمالی خطے تبت کی سب سے بڑی بدھ خانقاہ کے عقیدے کے مطابق دلائی لامہ کی صورت میں مہاتما گوتم بدھ نیا جنم لیتے ہیں۔ جب کسی دلائی لامہ (جو ایک خطاب ہے) کا انتقال ہوتا تو ان کے عقیدے کے مطابق مہاتما گوتم بدھ کی روح کسی نوزائیدہ بچے کے جسم میں حلول کرجاتی ہے اور بہت ہی کڑی تحقیق اور جانچ پڑتال کے بعد اس بچے کو بالغ ہونے پر دلائی لامہ بنایا جاتا ہے۔

۱۹۵۰ء میں جب چین کی اشتراکی حکومت نے تبت پر قبضہ کرلیا تو دلائی لامہ چہاردہم کو اپنے نمائندے کے طور پر تبت کا حکمران رہنے دیا لیکن ۱۹۵۹ء میں اختلاف رائے اور ناکام بغاوت کے باعث وہ معزول کردیے گئے۔ معزولی کے بعد دلائی لامہ فرار ہوکر بھارت میں پناہ گزین ہوئے۔ چین کی اشتراکی حکومت کے مقرر کردہ حکمران پنچن لامہ (جو دلائی لامہ کے بعد تبت کی مذہبی خانقاہ کے مطابق دوسری بڑی شخصیت ہوتا ہے) کے خلاف پُرامن تحریک کی سربراہی پر ۱۹۸۹ء میں دلائی لامہ چہاردہم کو "امن" کے نوبیل انعام سے نوازا گیا۔ دلائی لامہ چہاردہم بقید حیات ہیں اور بھارت میں مقیم ہیں۔

☆ ☆ ☆

ماموراِبنِ منصور ہوا

دن امن و اماں کے پھر پلٹے اور خوف کا عالم دُور ہوا
تاریکیٔ شب کافور ہوئی سب گھور اندھیرا نُور ہوا

اب اوجِ اُفق پر اک تارا جو پانچ کناری چمکا ہے
اس دَور میں دوسری قدرت کا یہ پانچواں پاک ظہور ہوا

یہ خاص عطاءِ ربی ہے ہم اہلِ وفا، اہلُ اللہ پر
ہر قلب پہ جلوہ گر ہو کر مامور ابنِ منصور ہوا

اب تھام لو اس کو اے لوگو! جو حبل اللہ اتر آئی
اک مانندِ عروۃ الوثقٰی یہ اب دستِ مسرور ہوا

یہ عہد کمال فتح وظفر جو اب ☆...... پہ ہے آیا
اس عہد میں دنیا دیکھے گی پھر کفر کو چکنا چُور ہوا

(مکرم مبارک احمد ظفر صاحب)

☆ دین حق

''کاروانِ حیات''

نام کتاب: ..... کاروانِ حیات

مؤلف: .... مکرم ابو العارف سید سلیم صاحب شاہجہانپوری

ملنے کا پتہ: ...... (۱) احمدیہ ہال لائبریری میگزین لین صدر کراچی۔ (۲) شکور بھائی چشمے والے گولبازار ربوہ

860 صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب محترم سید سلیم صاحب شاہجہانپوری کی خودنوشت سوانح عمری ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی 87 سالہ فعال زندگی کی خوبصورت یادوں اور دلچسپ واقعات کو بڑے احسن پیرایہ میں قلمبند کیا ہے۔

محترم سلیم صاحب نے ''کاروانِ حیات'' کے ابتدائی حصہ میں اپنے مولد و مسکن شاہجہانپور کے تعارف اور خاندانی حالات کے علاوہ اپنے بچپن کے واقعات، تعلیمی مراحل اور بعد کے واقعات و خدماتِ دینیہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ازاں بعد آپ نے کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ ذوقِ کتب بینی: اس میں آپ نے اپنی ذاتی لائبریری کے علاوہ علم کے متلاشیان کے لئے یورپ اور امریکہ کی مختلف لائبریریوں اور درسگاہوں کا تعارف بھی شامل کیا ہے۔

۲۔ ذوقِ شعر و سخن: اس باب میں آپ نے اپنے ذاتی شعر و سخن کے ساتھ ساتھ جواز و عدم جوازِ شعر پر بھی بحث کی ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کے کلام میں حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کے واسطہ سے امیر مینائی کا انداز سخن نمایاں ہے۔

۳۔ جمالیاتی ذوق: اس باب میں حیوانات و نباتات میں قدرتی حسن و خوبصورتی کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ جس سے آپ کے مشاہدۂ فطرت کا شوق نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔

۴۔ ذوقِ سیر و سیاحت: اس باب کا آغاز آپ نے اپنے وطن شاہجہانپور سے کیا ہے اور پھر ہندوستان کے مختلف شہروں سے لے کر برطانیہ اور امریکہ تک کے کئی شہروں کا معلومات افزا تعارف کروایا ہے۔

۵۔ دینی اور ملی خدمات کی توفیق: اس آخری باب میں آپ نے اپنی جماعتی اور ملی خدمات کا تذکرہ کیا ہے اور دعوت الی اللہ کے ایمان افروز واقعات کے علاوہ قبولیتِ دعا کے روح پرور نشانات بھی بیان کئے ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب میں جا بجا خوبصورت تصاویر دی گئی ہیں جن سے کتاب کی افادیت اور حسن میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ تحریر نہایت سادہ مگر ادبی محاسن سے پُر اور بے ساختہ اشعار سے مزین ہے۔ اُمید ہے مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ کتاب ضرور فائدہ مند اور دلچسپ ہوگی۔

(فرخ شاد)

قسط سوم و آخر

اُردو زبان کے تلفّظ کا تذکرہ

(مکرم یعقوب امجد صاحب۔ کھاریاں)

۱۰۔ 'خ' سے شروع ہونے والے متعدد الفاظ جو اردو زبان میں مستعمل ہیں، اُن میں کچھ الفاظ جو ہماری روزانہ بول چال میں آتے ہیں ان کا تلفظ پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً: خَسارہ، خَطابت، خَرِیدہ، خَباثت، خَورنق (محل کا نام) خَلجان اور خَدیجہ وغیرہ حرفِ اوّل یعنی خے کی زبر ہی سے درست ہیں۔

اسی طرح خِلافت، خِزانہ، خِیانت، خِضاب اور خِنزیر وغیرہ کو خے کی زیر سے پڑھنا ہی دُرست ہے۔ ایسے ہی خُرطوم، خُشونت، خُصوصاً، خُصومت، خُصوصیت، خُوراک، خُسران اور خُماسی میں حرفِ اوّل خے کو پیش ہی سے پڑھا جائے گا۔

بعض الفاظ، جو 'خ' سے شروع ہوتے ہیں، بعض اوقات ان کے کسی درمیانی حرف کے اعراب کو بدل دیا جاتا ہے۔ مثلاً: بعض لوگ خاوِند کو خاوَند کہتے ہیں۔ اسی طرح خوردہ (رستن) کو خوردہ کہتے ہیں، جو درست نہیں ہے۔

۱۱۔ 'دِ' سے آغاز پانے والے بعض الفاظ، جن کا تلفظ زیر سے دُرست ہے۔ مثلاً: دِرایت، دِباغت، دِیانت، دِہلیز، دِہاڑی، دِلاسا، دِہقان اور دِراست وغیرہ کو زبر سے پڑھا جاتا ہے جو یقیناً قابلِ اصلاح ہے۔ ایسے ہی بعض الفاظ کو حرفِ اوّل یعنی دال کی زبر ہی سے پڑھنا دُرست ہے مثلاً: دَنجور، دَرویش، دَیہیم، دَوران اور دَولاب وغیرہ۔ دُستور اور دَستور دونوں طرح اُردو میں مستعمل ہے۔ مگر دال کی پیش عربی لغت اور زبر کو فارسی لغت کی بنیاد پر اختیار کیا گیا ہے۔ دانشور طبقہ دال کے ضمّے سے پڑھتا ہے اور عوام دال کی فتحہ سے۔

۱۲۔ 'ڈ' سے آغاز پانے والے بعض الفاظ، جو اردو میں مستعمل ہیں، اُن کا دُرست تلفظ بھی توجہ چاہتا ہے۔ مثلاً: ڈُھرانا بعض لوگ اسے ڈَکرانا بولتے ہیں۔ ڈَکیتی، اسے بعض لوگ ڈِکیتی کہتے ہیں۔ اسی طرح "ڈَگر ڈَگر" میں ڈال پر زبر ہو تو معنی ہوں گے: زیر و بم، ایک قسم کی آواز۔ مگر یہی لفظ اگر ڈال کی پیش سے پڑھا جائے یعنی: ڈُگر ڈُگر تو معنی ہوں گے حیرت سے، حسرت سے یا شوق سے۔ مثلاً ڈُگر ڈُگر تکنا استعمال ہوتا ہے۔ ایسے ہی "ڈَنڈَوت" معنے ہیں: آداب اور سلام۔ لفظ ہندی ہے، مگر اردو میں مستعمل ہے۔ ڈَنکار معنے ہیں: گرجدار آواز یا شیر کی دہاڑ۔ اسی طرح لفظ ہے۔ ڈھارس نہ کہ ڈھارَس معنے ہیں: آسرا، سہارا۔ اس کے ساتھ محاورے کے طور پر: بندھنا، باندھنا اور دینا، دِلانا کے مصدر آتے ہیں۔

ڈال سے شروع ہونے والے متعدد الفاظ ایسے ہیں۔ جو انگریزی زبان سے آئے ہیں۔ اُن کا تلفظ بھی توجہ چاہتا

ہے۔ مثلاً: ڈکٹیٹر، ڈکیتی، ڈرامیٹک، ڈرائیور، ڈریسنگ روم، ڈسپلن اور ڈسپیچر وغیرہ۔ یہ درست ہے کہ جب کسی دوسری زبان کا لفظ اردو میں شامل ہوتا ہے تو بعض اوقات وہ اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہتا۔ مگر عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ تساہل سے کام لے کر کچھ لوگ الفاظ کو بگاڑنے میں جدت کا سہارا لیتے ہیں۔ مگر دانش ور لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ امکانی حد تک دوسری زبانوں کے الفاظ کے تلفظ پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ زبان اردو چوں چوں کا مربا بن کر رہ جائے گی۔ ہم نے انگریزی الفاظ کی چند مثالیں دی ہیں حالانکہ اپنے ماحول میں روزمرہ گفتگو میں ہم بیسیوں الفاظ انگریزی کے سنتے اور خود بھی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ہم نے ان غیر زبانوں کے الفاظ سے بے اتفاقی روا رکھی، تو آہستہ آہستہ عربی و فارسی الفاظ جو اردو کا سرمایہ ہیں، اُن کا تلفظ بھی بگڑ جائے گا۔ یاد رہے کہ متکلم کا دُرست اور شیریں لہجہ دونوں مل کر تاثیر اور تاثر میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس لیے تلفظ کی اصلاح کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۱۳۔ 'ذ' سے شروع ہونے والے بعض الفاظ جو اردو میں مستعمل ہیں، اُن کا درست تلفظ اور اعراب پیش کیے جاتے ہیں۔ مثلاً: ذکاوت، ذہانت، ذُرِّیَّت، ذات الشمال، ذُکورت، ذلاقت، ذلالت، ذِمّہ دار، ذُوالجناح، ذُوالحجہ، ذُوالقرنین، ذُوالقعدہ، ذُوالمِنَن، ذُوالفقار اور ذُوالنورین وغیرہ۔

۱۴۔ 'ر' سے شروع ہونے والے الفاظ نسبتاً زیادہ ہیں، مگر ہم چیدہ چیدہ الفاظ ہی اس وقت پیش کریں گے تاکہ بات مختصر رہے۔ رے سے آغاز پانے والے الفاظ کا پہلا حرف زبر کے ساتھ بھی آتا ہے مثلاً: رَذالت، رَضاعت، رَفاقت، رَعیت، رَقابت، رَعایا۔

بعض الفاظ کا پہلا حرف زیر سے پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً: رِسالت، رِسالہ، رِوایت، رِیاست اور رِیاضت وغیرہ۔ اسی طرح بعض الفاظ کا پہلا حرف پیش سے ادا کیا جاتا ہے جیسے: رُجحان، رُعونت، رُطوبت، رُباعی اور رُوباز وغیرہ۔

۱۵۔ 'ز' سے شروع ہونے والے الفاظ نسبتاً کم ہیں۔ تاہم چند الفاظ کو دُرست تلفظ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً: زَخار بعض لوگ اسے ذال سے لکھتے ہیں جو یقیناً قابلِ اصلاح ہے۔ اس لفظ کو زے سے لکھ کر ہی اس کے مادے کے مطابق اس کے معنوں کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح زُلیخا، زِندیق، زِندہ بقیہ، زُمُرّد، زَعامت اور زَلزال وغیرہ خاص توجہ چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ مذکورہ الفاظ میں ہر کوئی اعرابی تصرف کرنا شاید اپنا حق سمجھتا ہے۔

۱۶۔ 'س' سے آغاز پانے والے الفاظ اردو میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں، مگر ہم محدود تعداد میں کچھ مشہور الفاظ ہی کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً: ستائش، ستودہ اور سفارش تینوں کو سین کی زبر سے بھی پڑھا جاتا ہے بلکہ بعض لغت والوں نے "سفارش" کو سین کی پیش سے بھی لکھا ہے، جو محلِ نظر ہے۔

اسی طرح سِرایت، سِفارت، سِیادت، سِتارہ اور سِلسلہ وغیرہ سین کی زیر سے آتے ہیں۔ مگر سفارت کا لفظ سین کی زبر سے بھی درست ہے۔ اس لیے کہ عربی لغت اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ایسے ہی: سَماعت، سَماعی، سَلاسل اور سَقنقور سین کی زبر سے آتے ہیں جب کہ

سُکوت، سُکّان، سُوراخ، سُداسی اور سُہولت وغیرہ سین کی پیش سے آتے ہیں۔

۱۷۔ 'ش' سے آغاز پانے والے کچھ الفاظ کا دُرست تلفظ یوں ہے: شُجاعت، شُماتت، شِگفتہ، شِکنجہ، شِگوفہ، شِریان اور شِطرنج وغیرہ۔ مگر اردو میں شُجاعت کو شین کی پیش سے شُجاعت بھی پڑھتے ہیں، جب کہ عربی و فارسی ہر دو لغت شین کی زبر سے بتاتے ہیں۔ اسی طرح شِطرنج کو اردو میں شَطرنج بھی پڑھا جاتا ہے۔ ایسے ہی شِناخت، شِناسا، شِناسائی، شِناور اور شِناوری وغیرہ بھی شین کی زیر ہی سے درست ہیں۔

۱۸۔ لیجیے 'صاد' سے آغاز پانے والے بعض معروف الفاظ دُرست اعراب کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں: صُعوبت صاد کی پیش کے ساتھ ہے۔ زبر سے عموماً پڑھا جاتا ہے، جو لائقِ التفات ہے۔ اسی طرح صُندوق، صُعلوک (فقیر) اور صندوقچہ وغیرہ بھی صاد کی پیش کے ساتھ ہیں، مگر ان الفاظ کو عامۃ الناس صاد کی زبر سے پڑھتے ہیں۔ نہایت اَدب سے گذارش ہے کہ اردو زبان میں اگر قدم قدم پر عامۃ الناس کے تساہل کو جائز قرار دے کر درست سمجھ لیا جائے، تو ایسی صورت میں ہر شخص کا تلفظ اپنا اپنا بن جائے گا اور اُردو زبان کا معیارِ علم و ادب یکسر مجروح ہو کر رہ جائے گا۔ نثر، تو کسی حد تک برداشت کر جاتی ہے، مگر نظم ہر ایسے کمزور تلفظ کا پردہ چاک کرنے میں بڑی بے باک ہے۔ اس لئے احتیاط لازم ہے تا کہ ہماری زبان کا حُسن قائم رہے۔

صاد ہی سے شروع ہونے والے چند الفاظ اور درج کئے جاتے ہیں۔ مثلاً صَبُوحی، صَنوبر یہ دونوں صاد کی زبر سے آتے ہیں۔ مگر صَحابہ اور صِحابہ اور صَحافت اور صِحافت دونوں طرح یعنی صاد کی زیر اور زبر کے ساتھ بولے جاتے اور اردو لغت اس کی تصدیق کرتا ہے۔

۱۹۔ اب 'ض' سے شروع ہونے والے بعض الفاظ کو دُرست تلفظ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:-

.....ضَرورت، ضَروری، ضَخامت، ضَوابط، ضابطہ اور ضَروریات وغیرہ ضاد کی زبر سے آتے ہیں، جبکہ ضِراری، ضِیافت، ضِرغام اور ضِراریہ (فرقہ) وغیرہ ضاد کی زیر سے آتے ہیں۔

۲۰۔ 'ط' سے شروع ہونے والے بعض مشہور الفاظ کا تلفظ یوں ہے:-

طَلاب، طُومار، طُفیلی، طَواف، طَیلسان، طُفیلیہ، مگر طَبابت اور طِبابت اور طَباعت اور طِباعت زبر اور زیر دونوں سے پڑھے جاتے ہیں۔ اسی طرح طَراوت اور طَراوش دونوں طوئے کی زبر سے آتے ہیں۔ مگر طُفولیت، طُفیلیت اور طُفیلیہ تینوں طوئے کی پیش سے آتے ہیں۔ طَلاقت میں طوئے پر زبر اور طِلسماتی میں طوئے کے نیچے زیر آتی ہے۔

۲۱۔ 'ظ' سے شروع ہونے والے الفاظ اگرچہ محدود تعداد میں ہیں۔ تاہم بعض الفاظ اردو کے روزمرہ میں مستعمل ہیں۔ اس لیے ان کا درست اعراب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: ظاہری، ظاہرہ، ظُلمات، ظُلمانی، (لام کی جزم اور پیش دونوں کے ساتھ)، اور ظُلمانی دونوں طرح آتا ہے۔ ظَرافت، ظَرفیت، ظُہوری، ظاہرانہ، ظاہریت، ظُلمستان، ظنّیات اور ظَہیرین وغیرہ۔

۲۲۔ آیئے! اب ذرا اُن الفاظ پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو عین سے آغاز پاتے ہیں۔ یہ تعداد میں کافی ہیں مگر ہم یہاں بھی ایسے ہی الفاظ کو پیش کر رہے ہیں جو اردو میں اکثر استعمال میں آتے ہیں مثلاً:-

عُقُوبَت، عُنفُوان، عُذُوبَت، عُفُونَت، عُمّال اور عُنوان وغیرہ۔ ان سب میں عین پر پیش ہی پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح عِصیان، عِرفان، عِمارت، عِبادت اور عِمامہ وغیرہ میں عین کے نیچے زیر آتی ہے۔ بعض اُردو دان عمامہ کو عُمامہ بھی بولتے ہیں۔ ایسے ہی عِلاقہ اور عَلاقہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ عین سے شروع ہونے والے بعض لفظ ایسے ہیں جو صرف عین کی زبر ہی سے پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً: عَساکر (جمع عسکر) عَلامت، عَاریَت، عَوارض، عَارضہ، عَافیت، عَاقبت اور عَبقری وغیرہ۔

۲۳۔ 'غ' سے شروع ہونے والے الفاظ بھی نسبتاً کم ہیں۔ تاہم چیدہ چیدہ الفاظ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: غَزالی، غَزالہ، غَباوت، غَرامت، غَوایت اور غَرابت یہ سب غین کی زبر سے مستعمل ہیں۔ مگر غُلغُلہ، غُفران، غُنودگی اور غُلیلہ وغیرہ غین کی پیش سے آتے ہیں۔ اسی طرح بعض الفاظ غین کی زیر سے پڑھے جاتے ہیں مثلاً: غِنایت، غِنائیہ، غِیبتی، غِیلان (غول) اور غِذائیت وغیرہ۔

۲۴۔ 'ف' سے شروع ہونے والے بعض معروف الفاظ کا تلفظ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ باب بھی آپ کے التفات خصوصی کی محتاج ہے۔ ان میں بعض لفظوں کی زیر زبر بدل جائے، تو معنے یکسر بدل جاتے ہیں مثلاً: فِراست کے معنے ہیں: زیر کی، تیز فہمی اور ذہانت وغیرہ۔ مگر اس عربی مادے میں کمال یہ ہے کہ اگر مصدر کو فے کی زبر سے فَراست پڑھا جائے، تو معنے ہوں گے: گھوڑوں کے معاملے میں ماہر ہونا۔ اگرچہ دونوں معنوں میں کچھ نسبت ضرور ہے مگر فصاحت کا تقاضا ہے کہ اوّل الذکر معنوں کے لئے فِراست ہی بولا جائے۔ اسی طرح فِقدان اور فُقدان دونوں طرح آتا ہے، مگر اردو میں فُقدان ہی عموماً آتا ہے اور یہی درست ہے۔ فِقدان اردو کے لحاظ سے غیر معروف کہلاتا ہے۔ ایسے ہی فُطائت، فُلاسفہ، فاتحہ اور فاتحہ کہنا درست ہوگا۔ فُتوحات فُزعات، فُضولیات، فُکاہات، فُکاہی، فُکاہیات اور فُکاہیہ وغیرہ سب فے کی پیش ہی سے آتے ہیں۔ اسی طرح فِردوس، فے کی زیر اور فَلاحت زبر سے آتا ہے۔ فَلاکت فے کی زبر سے فِلزات زیر سے آئے گا۔ طوالت کی بے لطفی کا ڈر نہ ہوتا تو اس گفتگو کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا۔ اس لیے آج انہی گذارشات پر اس سلسلے کو ختم کیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہمیں احباب کے مشوروں اور آراء کا انتظار رہے گا۔ تاکہ اردو زبان کے دامن کو آبدار موتیوں سے بھرا جائے اور گدلے سنگ پاروں سے بچایا جائے۔ ان شاء اللہ اردو زبان کے مسائل حل ہوتے جائیں گے۔ اس لیے کہ اب یہ آسمانی الہام کے پانی سے سیراب ہو چکی اور یہ اپنے بین الاقوامی مرتبے کی طرف قدم بقدم بڑھتی جا رہی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہمارے دانشور اردو زبان کے مکمل ارتقاء کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

"اعجاز المسیح" کا تعارف و مضامین

(مکرم مقبول احمد ظفر صاحب)

۲۰۴ صفحات پر مشتمل یہ عربی کتاب، جو خصوصاً پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور عموماً تمام علماء کے لئے بطور چیلنج کے لکھی گئی، ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو شائع ہوئی۔ یہ کتاب ایک ابتدائیہ اور آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتدائیہ میں حضورؑ نے کتاب کا سبب تالیف بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد آٹھ ابواب میں سورۃ فاتحہ کی معجزانہ تفسیر بیان کی ہے۔

کتاب کے ابتدائی ۶۹ صفحات میں حضورؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی ہے اور اس کے بے شمار احسانات پر شکر ادا کیا ہے۔ نیز اولیاء اللہ کے ساتھ خدا کی تائید و نصرت کے سلوک اور ان کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر آپ نے رسول کریم ﷺ کی مدح فرمائی ہے اور آپ ﷺ کا مُردوں کو زندہ کر کے انہیں توحید کا جام پلانے کا ذکر کر کے لوگوں کو آپ پر درود و سلام بھیجنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اس کے بعد آپ نے دنیا کے تمام محققین، منصف مزاج لوگوں، عقلاء اور غور کرنے والوں کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ میں اللہ کے اُن بندوں میں سے ہوں جو خدا کی سنت کے موافق ضرورت زمانہ کے وقت، جب جہالتیں اور بدعات پھیل جائیں اور تقویٰ اور طہارت ختم ہونے لگے، تو تجدید دین کے لئے اور گم گشتہ صداقتوں کو واپس لانے کے لئے خدا کی طرف سے نازل کئے جاتے ہیں۔ میں امت محمدیہ کی شیرازہ بندی کے لئے اور کتاب اللہ اور اُس کے نبی پر ہونے والے حملوں کے دفاع کے لئے اس صدی کے سر پر بھیجا گیا ہوں اور میں خدا کے حکم کے تحت جس کی میں نافرمانی نہیں کر سکتا مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔ میری تکفیر کرنے میں جلدی مت کرو۔ میرے پاس اس دعویٰ کے اثبات کے لئے، اہل فراست اور اہل بصیرت اور صادقوں کے لئے دلائل ہیں۔ پس تم خدا کی ان رحمتوں کے اوّل کافر نہ بنو لیکن بعض علماء نے اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہوئے بخل اور تکبر سے کام لیتے ہوئے مجھے قبول نہیں کیا بلکہ جہالت کے تہ بہ تہ اندھیروں پر خوش ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اس سے قبل وہ خود صدی کے سر پر مسیح کی آمد کے منتظر تھے۔ انہوں نے خدا کے کلام کو انسان کا افتراء سمجھا ہے۔ مجھے "شیطان کی طرح لوگوں کو گمراہ کرنے والا" نام دیا ہے۔

فرمایا: چونکہ ہمارے دعاوی کو نہ ماننے والے ہمارے دشمن اپنے عقائد کو تلواروں کے ذریعہ پھیلانے کی بجائے باریک در باریک فریب کارانہ تراکیب استعمال کرتے ہیں اس لئے خدا نے اس باطل کے سونٹے کو دلائل کے ساتھ توڑنے کا ارادہ کیا اور مجھے تیز کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ نہیں بلکہ روشن نشانات کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ میں کانپنے والے دلوں کو سکینت دوں اور جھوٹ بولنے والی زبانوں کو خاموش کروں اور تاریک دلوں کو روشن کروں۔ پس اسرار و معارف کا بیان کرنا میرا معجزہ ہے اور میرے نشانات اور کلمات میری تلواریں ہیں۔ چنانچہ میرے ان معجزات کا انکار کرنے والے علماء کو، جو اپنے آپ کو عالم قرآن اور فصاحت و بلاغت پر عبور رکھنے والا سمجھتے ہیں، میں نے بلایا کہ ہم آمنے سامنے بیٹھ کر بغیر کسی اور فرد کی مدد کے کسی سورت کی فی البدیہہ تفسیر لکھیں لیکن کسی نے یہ دعوت قبول نہ کی بلکہ مکارانہ عذرات پیش کئے۔ اُن میں سے ایک مہر علی ہے جسے اس کے معتقدین شیخ کامل اور عظیم المرتبت ولی سمجھتے ہیں اُس نے بھی میرے مقابل تفسیر لکھنے سے انکار کیا لیکن لوگوں

کے اس خوف سے کہ اُسے بھگوڑا ہی نہ سمجھ لیں یہ مکارانہ شرائط شائع کیں کہ مرزا صاحب میرے ساتھ قرآن واحادیث کی روشنی میں بحث کریں اور اس بحث کا حکم مولوی محمد حسین بٹالوی ہو۔ اگر اُس نے مجھے فاتح قرار دے دیا اور مرزا صاحب کو جھوٹا تو پھر مرزا صاحب میری بیعت کرلیں اور پھر ہم تفسیر لکھیں گے اور خود ہی یہ بھی شائع کر دیا کہ مرزا صاحب نے یہ شرائط قبول کرلی ہیں اور دوسری مکاری یہ کی کہ بغیر اطلاع کے لاہور چلا گیا کہ میں یہاں تفسیر لکھنے کا مقابلہ کرنے آیا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فتنہ کے خطرے کے پیش نظر جماعت کے مشورہ سے وہاں نہ گئے بلکہ آپ نے گھر بیٹھ کر بطور چیلنج تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا جس کے لئے آپ نے سورۃ فاتحہ کو چنا کیونکہ یہ فاتحہ القرآن اور عرفان اور معارف کا منبع ہے اور مہر علی گولڑوی کو چیلنج دیا کہ اگر وہ دعویٰ علم وفضل میں سچے ہیں تو اس کے مقابل پر تفسیر لکھیں۔

فرمایا: اس تفسیر کا نام میں نے ''اعجاز المسیح'' رکھا ہے اور جب میں نے اللہ سے یہ دعا کی کہ وہ اس تفسیر کو تمام علماء اور اُدباء کی تفاسیر پر غلبہ دے تو میری دعا قبول کی گئی اور خدا نے مجھے بشارت دی کہ مَنَعَهُ مَانِعٌ مِنَ السَّمَآءِ (یعنی آسمان سے منع کرنے والے خدا نے میرے مقابل تفسیر لکھنے والوں کو روک دیا ہے۔) خدا نے مجھے یہ بشارت رمضان کے آخری دس دنوں میں دی اور انہیں دس دنوں میں مَیں نے خدا کی قدرت سے یہ تفسیر لکھی۔

الباب الاوّل

پہلے باب میں آپ نے سورۃ فاتحہ کے اسماء اور ان کے اسرار ومعارف کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اس کو **فاتحہ الکتاب** اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم کی تعلیمات کے لئے بطور محکم کے ہے اور دنیا کی ابتداء اور انتہا کے بارے میں انسان کو تمام ضروری امور پر آگاہی دیتی ہے اور صانع عالم اور ضرورت نبوت اور بندوں میں خلافت جیسے بنیادی امور کے بارے میں دلائل دیتی ہے اور مسیح ومہدی کی آمد کی خبر دیتی ہے اور اس سورۃ کا نام **سورۃ الحمد** اس لئے ہے کہ اس کی ابتداء رب عظیم کی حمد سے ہوتی ہے۔ اسے **ام القرآن** بھی کہا گیا ہے کیونکہ اس میں تمام علوم ومطالب کو عمدہ طریق کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کو **ام الکتاب** بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں ان تعلیمات پر غایت درجہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز فطرت انسانی میں مکتوب امور کی تفصیل بیان ہے۔ اس کو **السبع المثانی** اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کا نصف حصہ بندے کی طرف سے اپنے رب کی ثناء پر مشتمل ہے اور دوسرے نصف حصہ میں رب کی طرف سے اپنے بندے پر اس کی عطا کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں اس کو **مثانی** اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ یہ تمام الٰہی کتب سے مستثنیٰ ہے یعنی اس کی مثال تورات وانجیل وغیرہ میں نہیں اور نہ ہی باقی قرآن میں اس جیسی کوئی اور سورۃ ہے۔ اسے **مثانی** کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی سات آیات میں سے ہر آیت قرآن عظیم کے ساتویں حصہ کے برابر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو جو **السبع** کہا گیا ہے تو اس میں دوزخ کے سات دروازوں کی طرف اشارہ ہے اور جو ان سات دروازوں سے محفوظ گزرنا چاہتا ہے وہ پہلے اس سورۃ کی سات آیات کے مضامین پر عمل کرے۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کے ان کے علاوہ اور نام بھی ہیں لیکن یہاں اتنا بیان ہی کافی ہے۔ فرمایا اس سورۃ کی سات آیات اس دنیا کی عمر پر دلالت کرتی ہیں جو سات ہزار سال ہے اور اس کی ہر آیت اپنے ہزار سال کی کیفیت کا بتاتی ہے۔

الباب الثانی

یہ باب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کی تفسیر پر مشتمل ہے فرمایا کہ شیطان جو حضرت ربّ العزت کے باغات میں اور معصومین کے محفوظ مکانوں میں چوروں کی طرح داخل ہوتا ہے اس کے حملوں سے اپنے بندوں کو بچانے کے لئے خدا نے فاتحہ

سے قبل اور باقی قرآن کو پڑھنے سے قبل اسے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور الرجیم کا مطلب عربی لغت کی کتابوں میں "المقتل" بھی ہے اور الرجیم سے مراد وہ دجال ہے جو آخری زمانہ میں یعنی دنیا کے ساتویں ہزار سال میں آسمانی ہتھیار سے قتل کیا جائے گا۔ اس دجال اور اس کے مسیح موعود کے زمانہ میں قتل کے جانے کا ذکر چونکہ سورۃ فاتحہ کی سات آیات میں آخری یعنی ساتویں آیت میں ہے اس لئے فاتحہ سے قبل اور باقی قرآن پڑھنے سے قبل اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم پڑھنے کا حکم دیا ہے تا کہ مومنوں کو اس زمانہ کے بارے میں یاد دلایا جاتا رہے۔

الباب الثالث

اس باب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ فرمایا اسم کا لفظ وسم سے نکلا ہے جس کا مطلب کسی چیز پر نشان لگانے کے ہیں۔ اللہ اسم ذات ہے اور جامد ہے جس کے معانی خدائے علیم و خبیر کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس کی ذات کی کنہ کو کوئی نہیں جانتا۔ اس اسم کی حقیقت اور اس ذات کی صفات پر الرحمٰن اور الرحیم کے کلمات روشنی ڈالتے ہیں۔ صفت رحمانیت جو جلال کی مظہر ہے تمام ذی روح انسانوں اور غیر انسانوں کو بغیر کسی استحقاق کے یا عمل یا محنت کے فیض پہنچاتی ہے جس کی وجہ سے مومنوں کے دل اس کی ثنا اور مدح اور حمد کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ تب رحمان محبوب اور محمد بن جاتا ہے۔ اسی طرح رحیمیت، جو جمال کا رنگ لئے ہوئے ہے، کے تحت اعمال اور استحقاق کے مطابق خدا اپنی جزائیں اور عطائیں بندے پر نازل کرتا ہے۔ گویا وہ اپنے بندے کے اعمال کو شرف قبولیت بخش کر اس کی تعریف کرتا ہے۔ اس وقت رحیم محب اور احمد بن جاتا ہے۔ یہی دو نام محمد اور احمد نبی کریم ﷺ کو دے کر بتایا کہ آپ جامع صفات الوہیت ہیں۔

الباب الرابع

اس باب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ فرمایا کہ حمد کسی خوبصورت عمل پر اس کی حقیقی تعریف کرنے کو کہتے ہیں اور حقیقی تعریف کی مستحق ہی ذات ہے جو تمام فیوض اور انوار کی جامع ہے یعنی خدا کی ذات ہے۔ حمد کا لفظ چونکہ مصدر ہے اور مصدر فاعل اور مفعول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے خدا کی ذات ہی کسی کی حقیقی اور سچی تعریف کرنے کی بھی اہل ہے۔ اس طرح لفظ "احمد" کا حقیقی اطلاق بھی خدا کی ذات پر ہوتا ہے۔ حمد کے لفظ کی اسی تفسیر کی مزید تفصیلات الرحمان اور الرحیم میں بیان ہوئی ہیں۔ العالمین میں خدا کے علاوہ تمام موجودات، چاہے وہ عالم ارواح سے ہوں یا عالم اجسام سے، زمینی ہوں یا آسمانی شامل ہیں اور وہ خدا کی ربوبیت سے فیض یاب ہوتی ہیں اس لئے رب العالمین میں خدا کے فیض اعم کی طرف اشارہ ہے اور الرحمان میں فیض عام کی طرف اشارہ ہے جس سے تمام انسان اور حیوان فیض یاب ہوتے ہیں اور **الرحیم** میں فیض خاص کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ یہ فیض محنت کر کے فیض حاصل کرنے والوں پر نازل ہوتا ہے اس لئے فیض خاص کے زمرہ میں مومنین اور صالحین آتے ہیں۔ چوتھا فیض فیض اخص ہے اور "مالک یوم الدین" میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس فیض سے انبیاء اور رسول مستفیض ہوتے ہیں جو اتم اور اکمل جزا اور انعامات پاتے ہیں۔ فرمایا کہ یوم الدین سے مراد مسیح موعود کا زمانہ ہے کیونکہ اس زمانہ میں دین زندہ ہوگا اور اس دین کو قبول کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کیا جائے گا اسی کی طرف سورۃ جمعہ میں اشارہ ہے۔

الباب الخامس

پانچویں باب میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ فرمایا: حقیقی عبادت وہ ہے جو کامل تذلل اور خدا کی کامل رؤیت کے تصور اور اس کی عظمت شان پر یقین کے ساتھ ہو جسے خدا احسان کرتے ہوئے شرف قبولیت بخش

دے۔ فرمایا: حقیقی عابد وہ ہے جو خدا کی حمد کا حق ادا کرے۔ پس اس دعا سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ جو عبادت میں لگا رہتا ہے اللہ اُسے احمد بنا دیتا ہے اور اس امت کے لئے یہ ضروری بنا دیا گیا تھا کہ اس کے آغاز میں بھی احمد ہو اور آخر میں بھی ایک احمد ہو، جو پہلے کے نقش قدم پر آئے۔ نیز فرمایا کہ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عبادت حضرت احدیت کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

الباب السادس

اس باب میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی تفسیر ہے۔ فرمایا: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ میں یہ دعا ہے کہ اے اللہ! ہمیں اپنی طرف پہنچانے والا سیدھا رستہ دکھا اور اُس پر ثابت قدم رکھ اور اپنے عذاب سے نجات دے اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ انبیاء اور مرسلین کے راستہ کو طلب کریں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس امت کے صلحاء، انبیائے سابقہ کے قدم پر آئیں گے اور وہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے مشابہ ہوں گے اور اس طرح وہ اس امت میں تمام کمالات متفرقہ کو جمع کر دے گا۔ اسی لئے اس امت کو قرآن کریم میں خیر الامم کہا گیا ہے۔ امت محمدیہ میں یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اسی سلسلہ کی طرف سورۃ نور کی آیت استخلاف میں اشارہ ہے اور یہ بھی کہ امت محمدیہ کا مسیح بھی امت موسویہ کے مسیح کی طرح زمین میں پیدا ہوگا نہ یہ کہ آسمان سے نازل ہوگا۔

الباب السابع

اس ساتویں باب میں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ فرمایا: یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں یہود اور نصاریٰ کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے جن میں سے ایک قسم کی طرح بننے کی ترغیب دلائی ہے۔ یعنی اُن کے عظیم الشان انبیاء اور رسولوں کی طرح باقی دو قسمیں جن سے نفرت دلائی ہے۔ اُن میں ایک یہود میں سے اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ہے اور دوسری نصاریٰ میں سے الضالین کی ہے۔ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ کی تاریکیوں اور الضالین کے شبہات سے دنیا کو نجات دینے کے لئے مسیح موعودؑ کا ظہور ضروری تھا جو اَب اس زمانہ میں اس امت میں ہو چکا ہے کیونکہ اس امت میں ’’اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ‘‘ اور ’’الضَّآلِّیْنَ‘‘ یہ دونوں گروہ بکثرت پیدا ہو چکے ہیں۔ نیز فرمایا کہ آخری زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ بتایا جاتا ہے اور اس سورۃ کے آخر میں ’’الضالین‘‘ کے گروہ کا ذکر ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے ’’الضَّآلِّیْنَ‘‘ یعنی گمراہ نصاریٰ کا گروہ بھی دجال ہے اور اسی گروہ نصاریٰ یا دجال کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کے آخر میں بھی فرمایا ہے اور اُس کے فتنہ سے ڈرایا ہے پس لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اور اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ میں اسی کا بیان ہے۔

الباب الثامن

اس آخری باب میں تمام سورۃ فاتحہ کی ایک بار پھر اجمالاً یعنی مختصر لیکن جامع تفسیر بیان کی گئی ہے اور آپؑ نے اپنے ربّ کے حضور دعائیں کی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

آپ خدا کے دربار میں عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب! تو میرے دل پر نازل ہو اور اسے عرفان کے نور سے بھر دے۔ اے میرے رب! تو میری مراد ہے پس تو مجھے میری مراد دے۔ اے میرے رب! میں نے تجھے چنا تو بھی مجھے چن۔ اگر تو سمجھتا ہے کہ میرے دشمن سچے ہیں تو مجھے جھوٹوں کی طرح ہلاک کر اور اگر تو سمجھتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں تو پھر تو میری مدد فرما کیونکہ میں تیری مدد کا محتاج ہوں۔ حضرت محمد ﷺ خیر المرسلین پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور آپ کو ایسے مراتب عطا کر جو تمام انبیاء میں سے تو نے کسی کو بھی نہیں دیے۔ اے اللہ! تو اس کتاب کو بابرکت اور حق کے طالبوں کے لئے نافع بنا اور اسے سچے راستہ کی طرف ہدایت دینے والی بنا۔ اے دعاؤں کو سننے والے! تو اپنے فضل سے ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

☆☆☆☆☆

یہ وہی نبی ہے جس کی بعثت کی خبریں نوشتوں میں مذکور ہیں۔ بحیرا نے قافلہ والوں کی دعوت کی اور آنحضورﷺ کو اپنے پاس بٹھا کر مہر نبوت دیکھی اور بعض سوالات کئے۔ چنانچہ بحیرا نے ان تمام باتوں کے نتیجہ میں پہچان لیا کہ آپ سچے نبی ہیں اور ابو طالب کو نصیحت کی کہ وہ آنحضورﷺ کو واپس لے جائیں اور اہل کتاب کے شر سے محفوظ رکھیں۔ غیر مسلم مؤرخین اس واقعہ اور بعض دوسرے واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ عیسائی راہبوں سے علم حاصل کرتے تھے اور عیسائیت سے متاثر تھے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ سیرت کے تمام ماخذ سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضورﷺ کو نبوت سے قبل یا نبوت کے بعد کبھی بھی ایسا موقعہ نہیں ملا کہ کسی عیسائی یا یہودی یا کسی اور شخص سے تعلیم حاصل کی ہو۔ بحیرا کے ساتھ جب ملاقات ہوئی اس وقت آپؐ کی عمر صرف 12 سال تھی اور دوبارہ ملاقات کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

تعمیر کعبہ میں حصہ

کعبہ کی عمارت کو کسی وجہ سے نقصان پہنچا۔ اس لئے قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ جب تعمیر کا آغاز ہوا اس وقت آنحضورﷺ کمسن تھے۔ آپؐ نے بچپن میں تعمیر کعبہ کے کاموں میں حصہ لیا۔ آپؐ تعمیر کعبہ کے واسطے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔

یہ آنحضورﷺ کے پاکیزہ بچپن کے واقعات میں سے چند ہیں۔ جن سے آنحضورﷺ کی بلند شان کی ایک جھلک نظر آتی ہے اور دل درود وسلام سے بھر جاتا ہے۔

☆☆☆

اعلان ''سیدنا طاہر نمبر'' ماہنامہ خالد

تمام احباب جماعت کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ حضرت سیدنا مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت وسوانح پر مشتمل ایک ضخیم اور یادگار نمبر عنقریب شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ:

☆ ایسے تمام احباب جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہو وہ اپنے ذاتی مشاہدات پر مشتمل مضامین ضرور بھجوائیں۔

☆ اگر کسی کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے حوالہ سے کوئی بھی یادگار واقعہ یا کوئی تحریر ہو تو براہ کرم فوری طور پر ہمیں بھجوادیں۔

☆ اسی طرح اگر کوئی نادر تصاویر ہوں تو وہ بھی ضرور عنایت فرمادیں۔ تصاویر شائع ہونے کے بعد شکریہ کے ساتھ بحفاظت واپس کردی جائیں گی۔ انشاء اللہ

☆ تمام احمدی شعراء سے بھی یہ گذارش ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے متعلق اپنا منظوم کلام ادارہ کو بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

☆ یہ ایک یادگار نمبر ہوگا اس لئے اشتہار دینے والے احباب سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اشتہارات کی بکنگ کروالیں۔

☆ اگر کسی خریدار کو اس نمبر کی زائد کاپیاں درکار ہوں تو ان کی تعداد شعبہ اشاعت کو لکھ کر بھجوادیں۔

☆ بیرون ملک رہنے والے احباب اپنے مضامین ای میل ایڈریس پر بھجوا سکتے ہیں۔

Monthlykhalid52@yahoo.com

ادارہ ماہنامہ خالد، شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان
فون نمبر 04524-212349/212685
فیکس: 04524-213091

رپورٹ نویں آل پاکستان سالانہ صنعتی نمائش 2003ء

مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی سیدنا حضرت مصلح موعود نے آغاز ہی سے خدام کو صنعت وتجارت کی طرف توجہ دلائی ہے۔حضرت مصلح موعود کے ارشادات کی روشنی میں خدام میں صنعت وتجارت کو ابھارنے اور اُن میں ہنر سیکھنے کی صلاحیت کوفروغ دینے کیلئے مجلس خدام الاحمدیہ مختلف حوالوں سے توجہ دلاتی رہتی ہے۔اُن میں سے ایک صنعتی نمائش کا انعقاد ہے۔1995ء سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ایسی صنعتی نمائش کا انعقاد کررہی ہے جس میں خدام اپنی بنائی ہوئی اشیاء یا پروگرامز کی نمائش کرتے ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ان خدام میں مزید صنعت کاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے بلکہ دیکھنے والوں میں بھی ایسی چیزوں کی ایجاد یا اختراع کا شوق پیدا ہوتا ہے۔امسال بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جشن آزادی کی مناسبت سے مورخہ 14-15-16 اگست 2003ء کو نویں آل پاکستان سالانہ صنعتی نمائش کا انعقاد کیا گیا۔

صنعتی نمائش کو درج ذیل شعبہ جات سات میں تقسیم کیا گیا۔

1- کمپیوٹرز 2-الیکٹرانکس 3-ماڈلز 4-دست کاری 5-فوٹوگرافی 6-پینٹنگز + خطاطی 7-متفرق

نمائش دیکھنے کیلئے مرد وخواتین کے الگ الگ اوقات مقرر تھے۔جن میں 9500 خواتین وحضرات نے تینوں دن اس نمائش کو ذوق وشوق سے دیکھا۔

انتظامیہ

نمائش کے کام کو احسن طریق سے سرانجام دینے کیلئے محترم صدر صاحب مجلس کی منظوری سے درج ذیل انتظامیہ تشکیل دی گئی:-

ناظم اعلیٰ	مکرم میر محمود احمد صاحب
نائب ناظم اعلیٰ	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
نائب ناظم اعلیٰ	مکرم افتخار اللہ سیال صاحب
نائب ناظم اعلیٰ	مکرم مرزا ناصر انعام صاحب
ناظم نمائش گاہ	مکرم امین الرحمن صاحب
ناظم رہائش	مکرم رفیق احمد ناصر صاحب
ناظم انعامات	مکرم رفیق احمد ناصر صاحب
ناظم سمعی وبصری	مکرم نصیب احمد بٹ صاحب
ناظم تشہیر واشاعت	مکرم اسد اللہ غالب صاحب
ناظم نظم وضبط	مکرم حافظ راشد جاوید صاحب
ناظم رابطہ	مکرم سلیم الدین صاحب
ناظم آب رسانی وصفائی	مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب
ناظم سٹال	مکرم اکبر احمد صاحب
ناظم مہمان نوازی	مکرم نصیب احمد بٹ صاحب
ناظم خوراک	مکرم چوہدری ظفر اللہ خان طاہر صاحب
ناظم رجسٹریشن	مکرم مشہود احمد صاحب
ناظم روشنی	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
ناظم طبی امداد	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
ناظم حاضری ونگرانی	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
ناظم سائیکل سٹینڈ	مکرم میر مظفر احمد صاحب

الحمدللہ کہ انتظامیہ کے تمام ممبران نے اپنے اپنے شعبہ کے جملہ انتظامات بڑے اچھے انداز میں سرانجام دیئے۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

افتتاح سے قبل ایک بکرا بطور صدقہ ذبح کیا گیا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعائیہ خطوط فیکس کیے گئے۔

رجسٹریشن

امسال نمائش میں شرکت کرنے والے خدام کی کمپیوٹرائزڈ رجسٹریشن کی گئی اور یہ کام مورخہ 13 اگست کی دوپہر سے شروع ہوگیا اور اگلے روز بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے 32 اضلاع کے 230 خدام نمائش میں شریک ہوئے جب کہ گذشتہ سال 38 اضلاع کے 204 خدام شریک ہوئے تھے۔

افتتاحی تقریب

نمائش کا افتتاح مورخہ 14 اگست 2003ء کی صبح 8:30 بجے مہمان خصوصی مکرم محترم سید عبدالحی شاہ صاحب ناظر اشاعت نے کیا اور دعا کروائی اس کے بعد دیگر مہمانان کے ہمراہ نمائش ملاحظہ کی۔

نمائش گاہ

ایوان محمود ہال کو نمائش گاہ بنایا گیا تھا۔ خوبصورت سجائے ہوئے میزوں پر چیزیں نفاست سے رکھی گئی تھیں۔ امسال نمائش کی ترتیب میں تھوڑی سی تبدیلی کی گئی تھی اور ایوان محمود کے اوپر غربی گیلری کو آرٹ گیلری کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ نمائش گاہ میں داخلہ کیلئے ٹکٹ رکھا گیا تھا اور مہمانوں کے تاثرات اور تبصرہ جات کیلئے ایک Visitor's Book بھی رکھی گئی تھی۔ امسال نمائش کی ایک خاص بات یہ تھی کہ نمائش سے قبل محترم صدر صاحب مجلس کی ہدایت پر سترہ بڑے بڑے اضلاع کو نمائش کیلئے بعض ٹارگٹس دیے گئے تھے کہ فلاں فلاں چیز بنا کر لائیں۔ جس پر آٹھ بڑے اضلاع نے عمل کرتے ہوئے اپنے ٹارگٹس کو پورا کیا اور نمائش گاہ میں ایک تنوع پیدا کیا، جس سے ناظرین تینوں دن استفادہ کرتے رہے۔

ریفریشمنٹ کیلئے سٹال پر ارزاں نرخوں پر معیاری خورد ونوش کی اشیاء تینوں دن دستیاب رہیں جس سے خاص طور پر خواتین نے خوب فائدہ اٹھایا۔

نمائش میں شریک ہونے والے خدام کے قیام اور نمازوں کا انتظام احاطہ ایوان محمود میں ہی کیا گیا تھا جب کہ طعام کا انتظام دارالضیافت میں تھا۔ البتہ اختتامی تقریب کے بعد شرکاء اور مہمانوں کو عشائیہ دیا گیا جس کا انتظام ایوان محمود میں ہی کیا گیا۔

اختتامی تقریب

نویں آل پاکستان سالانہ صنعتی نمائش کی اختتامی تقریب مورخہ 16 اگست 2003ء کو رات 8:30 بجے منعقد ہوئی۔ تقریب سے قبل نماز مغرب وعشاء ادا کی گئیں۔ اس کے بعد مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے نمائش ملاحظہ کی۔ بعد ازاں تقریب کا آغاز ہوا۔ تقریب میں بزرگان سلسلہ کی خاصی تعداد نے شرکت کی اور نمائش کے شرکاء کیلئے حوصلہ افزائی کا باعث بنے۔ محترم مہمان خصوصی نے اعزاز پانے والے خدام میں انعامات تقسیم فرمائے اور اختتامی خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد محترم مہمان خصوصی نے دعا کروائی۔

اختتامی تقریب کے بعد شرکاء نمائش اور مہمانوں کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا۔

اعزاز پانے والے خدام

شعبہ کمپیوٹر

اول	اسد منصور کراچی	ترجمۃ القرآن ویب سائٹ
دوم	حافظ کرامت اللہ ربوہ	سافٹ ویئر طاہر ہومیو پیتھک انسٹیٹیوٹ
سوم	ملک سلمان احمد ربوہ	ہندوازم سافٹ ویئر
حوصلہ افزائی	روحان ذکی، ربوہ	حضور کے تحریکات کا سافٹ ویئر

شعبہ الیکٹرونکس

اول	عاصم احمد فیصل آباد	کیلنڈر مشین
دوم	غلام علی، کراچی	واٹر ٹینکی کنٹرول سسٹم
سوم	سہیل احمد شیخوپورہ	اچری مشین
حوصلہ افزائی	عبدالرحمن ملک ربوہ	دبانے کیلئے مشینی ہاتھ
	سید فرخ احمد شاہ ربوہ	سیکیورٹی سسٹم

شعبہ ماڈلز

اول	عبدالرحمن ملک ربوہ	سائیکل
دوم	مظفر احمد ربوہ	خلافت مرکز
سوم	محمد جمیل کراچی	سکھر کا پل
حوصلہ افزائی	نسیم احمد ربوہ	ٹول پلازہ

شعبہ دست کاری

اول	عبدالوحید ملک، ایبٹ آباد	ووڈ کارونگ
دوم	محمد آصف، منڈی بہاؤالدین	شیشے کا فرنیچر
سوم	امتیاز احمد خوشاب	بیڈ ورک
حوصلہ افزائی	محمد شعیب انیس آزاد کشمیر	کپڑے پر ڈائی ایچنگ
	اشتیاق احمد ذکی، لاہور	ڈاکا سار

شعبہ فوٹوگرافی

اول	رفیق احمد نفیس	ربوہ
دوم	میر احمد محمود طاہر	ربوہ
سوم	اعجاز احمد	سیالکوٹ
حوصلہ افزائی	عتیق احمد	کراچی

شعبہ پینٹنگز و خطاطی

اول	فاروق احمد ملہی	بدوملہی نارووال
دوم	انیس احمد	کراچی
سوم	سیف اللہ	کراچی
حوصلہ افزائی	شہزاد احمد بٹ	شیخوپورہ
	عمیر منصور	لاہور

شعبہ متفرق

اول	شکیل احمد شاہد، شیخوپورہ	آئل پاؤڈر لوشن
دوم	اشتیاق احمد لاہور	پالش
سوم	انعام بابر لاہور	شیلڈز، ٹائل کیلنڈر
حوصلہ افزائی	طارق محمود زاہد لاہور	ایئر آئل، مکھی مچھر بھگانے والی سپرے وغیرہ

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اضلاع کے قائدین کو نمائش مکمل کرنے پر خصوصی انعامات دیے گئے۔

1- قائد صاحب ضلع سیالکوٹ مکرم اعجاز احمد صاحب
2- قائد صاحب ضلع حیدرآباد مکرم محمود احمد ناصر صاحب نگران حیدرآباد
3- قائد صاحب ضلع سرگودھا، مکرم مبشر احمد صاحب نگران سرگودھا
4- قائد صاحب ضلع شیخوپورہ مکرم مرزا عبدالقیوم صاحب نگران شیخوپورہ
5- قائد صاحب ضلع بہاولپور مکرم عطاء العلیم صاحب نگران بہاولپور
6- قائد صاحب ضلع کراچی، مکرم عتیق احمد صاحب نگران کراچی
7- قائد صاحب ضلع فیصل آباد مکرم فہیم احمد صاحب نگران فیصل آباد
8- مہتمم صاحب مقامی ربوہ، مکرم حافظ راشد جاوید صاحب

تمام شعبہ جات میں ربوہ اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر اول قرار پایا اور ٹرافی کا حقدار ٹھہرا۔

☆ ☆ ☆

بیکاری گناہ ہے

(مکرم فرید احمد نوید صاحب)

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی اعتبار سے برتر قوموں نے ایک طویل جدوجہد اور محنت کے بعد یہ مقام حاصل کیا ہے۔ محنت، جدوجہد، لگن اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہی وہ بنیادی عناصر ہیں جو انسان کیلئے ترقیات کے دروازے کھولتے چلے جاتے ہیں جب کہ اس کے بالمقابل پسماندہ اور غریب اقوام میں بے کاری، آوارہ گردی، وقت کا ضیاع اور اسی قسم کی بے شمار برائیاں موجود نظر آتی ہیں، جس کی وجہ سے پسماندگی اور غربت دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہے اور غریب قومیں غریب تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اسلام جو دین فطرت ہے اور جس کی تعلیمات ہر گوشۂ زندگی میں راہنما اصولوں کی حامل ہیں، اس بے کاری کی زندگی کو ہرگز پسند نہیں کرتا بلکہ واضح طور پر فرماتا ہے کہ اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا یعنی اے مخاطب! دن بھر میں تیرے کرنے کیلئے کاموں کی ایک لمبی فہرست ہے۔

نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ'' یعنی محنت کر کے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ اب صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے کس قسم کی زندگی کی توقع کر رہا ہے۔ یقیناً ایسی زندگی کی جس میں اس کا دن مصروف گزرے۔ وہ ایک کام سے فارغ ہو تو دوسرا کام اس کا منتظر کھڑا ہو۔ بے کاری، سستی اور کاہلی کی تو اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں معاشرے میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

لیکن ان راہنما تعلیمات کو بھلا دینے کے نتیجے میں ہمارا معاشرہ طرح طرح کے مصائب اور آلام کا شکار ہو رہا ہے اور قوم غریب سے غریب تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ آج کا نوجوان محنت کرنے سے جی چراتا ہے اور ایسے طریقوں کی تلاش میں رہتا ہے جس کے ذریعے سے راتوں رات اُسے لاکھوں روپے حاصل ہو جائیں اور پھر جب ایسا نہیں ہوتا تو یا تو تقدیر کا رونا رو کر خاموش ہو جاتا ہے یا غلط اور ناجائز راہوں پر قدم مارنے لگتا ہے۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:-

''یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جس کی اصلاح ہونی چاہیے اور یہ اصلاح اُسی صورت میں ہو سکتی ہے جب ہر شخص یہ عہد کر لے کہ وہ مانگ کر نہیں کھائے گا بلکہ کما کر کھائے گا۔ اگر کوئی شخص کام کو عیب سمجھتا اور پھر بھوکا رہتا ہے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ لیکن اگر ایک شخص کام کیلئے تیار ہو لیکن بوجہ کام نہ ملنے کے وہ بھوکا رہتا ہو تو یہ جماعت اور قوم پر ایک خطرناک الزام اور اس کی بہت بڑی ہتک اور سبکی ہے۔ پس کام مہیا کرنا جماعتوں کے ذمہ ہے لیکن جو لوگ کام نہ کریں اور سستی کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالیں ان کی ذمہ داری جماعت پر نہیں بلکہ ان کے اپنے نفسوں پر ہے کہ انہوں نے باوجود کام ملنے کے محض نفس کے کسل کی وجہ سے کام کرنا پسند نہ کیا اور بھوکا رہنا گوارا کر لیا''۔ (مشعل راہ جلد اول صفحہ ۸۷)

ایک خرابی جو عام طور پر ہماری قوم میں جگہ بنا چکی ہے وہ یہ ہے کہ کچھ پیشوں کو اعلیٰ اور کچھ کو حقیر اور ذلیل سمجھ لیا گیا ہے

جس کی وجہ سے ایک بہت بڑا فساد پیدا ہوگیا ہے۔ حالانکہ اگر ہم غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ایک پیشہ اہم ہے اور معاشرے کو اس کی ضرورت ہے۔ اسلام اپنے مطمح نظر کو بلند رکھنے کی تلقین ضرور کرتا ہے لیکن یہ ہرگز نہیں کہتا کہ اگر کوئی بہت اعلیٰ درجے کا کام نہ ملے تو بے کار بیٹھ جاؤ۔ معاشروں میں ہر طرح کے لوگوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور ان کا اپنا ایک مقام معاشرے میں ہوتا ہے۔

حضرت مصلح موعودنور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:۔

''پس جائز کام کرنے کی عادت ہر شخص کو ہونی چاہیے تا کسی کام کے متعلق یہ خیال نہ ہو کہ یہ بُرا ہے۔ ہمارے ملک کی ذہنیت ایسی بُری ہے کہ عام طور پر لوگ لوہار، ترکھان وغیرہ کو کمین سمجھتے ہیں اور جس طرح یہ لوہار، ترکھان اور چوہڑوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اسی طرح دوسرے لوگ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا لڑکا پولیس یا فوج میں سپاہی ہوجائے اور سترہ روپیہ ماہوار تنخواہ پانے لگے تو اس پر بہت خوشی کی جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کمانے والا ترکھان یا لوہار بن جائے تو تمام قوم روئے گی کہ اس نے ہماری ناک کاٹ ڈالی کیونکہ اسے کمیوں کا کام سمجھا جاتا ہے۔ تو میرا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے کاموں کی جماعت میں عادت ڈالی جائے۔ ایک طرف تو کام کرنے کی عادت ہو اور دوسری طرف ایسے کاموں کو عیب نہ سمجھنے کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت کا کوئی طبقہ ایسا نہیں رہے گا کہ جو کسی حالت میں بھی یہ کوشش کرے کہ دنیا میں ضرور کوئی نہ کوئی حصہ غلام رہے اور اگر کبھی اس کی اصلاح کا سوال پیدا ہو تو اس میں روک بنے''۔ (مشعلِ راہ جلد اول صفحہ ۱۳۲)

یورپ کی ترقی یافتہ اقوام نے اس اصول کو اچھی طرح سے سمجھ لیا جس کی وجہ سے وہاں کا ہر ایک فرد خوشحال ہوگیا اور قومی طور پر بھی ترقی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگیا۔ وہاں کا پلمبر بھی خوشحال ہے، بڑھئی بھی خوشحال ہے، لوہار بھی خوشحال ہے اور کارخانے دار بھی خوشحال ہے اور اس خوشحالی کی کنجی اس بات میں ہے کہ کوئی پیشہ حقیر اور ذلیل نہیں ہے بلکہ معاشرے کو ہر طرح کے افراد کی ضرورت ہے۔

ایک اور بہت بڑا المیہ ہمارے نوجوانوں کی سستی اور کاہلی اور وقت ضائع کرنے کی عادت ہے جس نے قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ اس کا نقش ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:۔

''غرض کام نہ کرنے کی عادت انسان کو بہت خراب کرتی ہے۔...... اس میں شک نہیں کہ ہر ملک میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں مگر یہاں بہت زیادہ ہیں۔ جو کام کرنے والے ہیں۔ وہ بھی بہت سست ہیں۔ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ یہاں جو مزدور اینٹیں اٹھاتے ہیں اس طرح ہاتھ لگاتے ہیں کہ گویا وہ انڈے ہیں۔ آہستہ آہستہ اُٹھاتے ہیں اور پھر اُٹھاتے اور رکھتے وقت کمر سیدھی کرتے ہیں پھر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کہتے ہیں کہ لاؤ ذرا حقہ کے تو دو کش لگا لیں۔ لیکن ولایت میں میں نے دیکھا ہے کہ حالت ہی اور ہے۔ حافظ روشن علی صاحب مرحوم کو میں نے ایک دفعہ توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا میرا بھی خیال اسی طرح تھا۔ گویا ایک ہی وقت دونوں کو اس طرف توجہ ہوئی۔ حافظ صاحب نے کہا کہ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کام کر رہے ہیں

بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ لگی ہوئی ہے یا اسے بجھا رہے ہیں۔ کوئی سستی ان میں نظر نہیں آتی۔ ایک دفعہ ہم گھر میں بیٹھے تھے۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی کہ گلی میں چند عورتیں نظر آئیں جو لباس سے آسودہ حال معلوم ہوتی تھیں مگر نہایت جلدی جلدی چل رہی تھیں۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ حافظ صاحب ذہین آدمی تھے، سمجھ گئے اور کہنے لگے میں نے یہاں کسی کو چلتے دیکھا ہی نہیں سب لوگ یہاں دوڑتے ہیں۔ غرض وہاں کے لوگ ہر کام ایسی مستعدی سے کرتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے لیکن ہمارے ملک میں جدھر دیکھو سخت غفلت اور سستی چھائی ہے۔ کسی کو چلتے دیکھو تو سستی کی ایسی لعنت ہے کہ چاہتا ہے ہر قدم پر کلّے کی طرح گڑ جائے۔ یہاں جو کام والے ہیں وہ بھی گویا نکھے ہی ہیں اور جو سست ہیں وہ کام کرتے ہی نہیں۔ ان سے تو اللہ کی پناہ''۔ (مشعل راہ جلد اوّل صفحہ ۱۳۶)

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے کہ اسلام اپنا مطمح نظر بلند رکھنے کی تلقین ضرور کرتا ہے اور یہ اصولی راہنمائی ضرور کرتا ہے کہ بلند پرواز ہو۔ اس لئے احمدی نوجوانوں کو یہ کوشش بھی کرنی چاہیے کہ گہری نظر کے ساتھ آئندہ آنے والے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ابتداء سے ہی اپنے مستقبل کیلئے درست پلاننگ کریں تا کہ جب وہ عملی زندگی میں قدم رکھیں تو انہیں ایسے کام آتے ہوں جن کی مانگ بہت زیادہ ہو اور اس کام کی ابتداء بچپن سے ہی ہونی چاہیے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:-

''سائنس اور مشینری کے کام سیکھو اور ان کے لئے ایسے کام تجویز کریں جو محنت کشی کے ہوں اور جن کے کرنے سے ان کی ورزش ہو اور جسم میں طاقت پیدا ہو مثلاً ہر جماعت میں جتنے پیشہ ور ہیں ان سے کہا جائے کہ وہ خدام کو سائیکل کھولنا اور جوڑنا یا موٹر کی مرمت کا کام یا موٹر ڈرائیونگ سکھا دیں۔ یہ کام ایسے ہیں کہ ان میں انسان کی صحت بھی ترقی کرتی ہے اور انسان ان کو بطور ہابی (Hobby) کے سیکھ سکتا ہے اور اگر اسے شوق ہو تو اس میں بہت حد تک ترقی بھی کر سکتا ہے۔ سکھ قوم کے مالدار ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ قوم لاری ڈرائیونگ اور لوہار کے کام میں سب سے آگے ہے اور پنجاب میں تمام لاریاں اور مستری خانے ان کے قبضہ میں ہیں۔ جس جگہ جاؤ تمہیں لاری ڈرائیور سکھ ہی نظر آئے گا حالانکہ سکھ پنجاب میں کل دس بارہ فیصدی ہیں لیکن سفر کے تمام ذرائع انہوں نے اپنے قبضہ میں لے رکھے ہیں۔ کسی سڑک پر کھڑے ہو جاؤ کسی ضلع یا تحصیل میں چلے جاؤ تم دیکھو گے کہ سائیکلوں پر گذرنے والوں میں سے دو تہائی سکھ ہوں گے اور ایک تہائی ہندو یا مسلمان ہوں گے..... پس کوئی وجہ نہیں کہ اگر جماعت ان کاموں میں ترقی کرنے کی کوشش کرے تو وہ دوسری جماعتوں سے پیچھے رہ جائے۔ اگر ہماری جماعت میں سے پانچ چھ فیصدی لوگ مستری ہو جائیں تو پھر امید کی جا سکتی ہے کہ ہمارے لوگ مشینری میں کامیاب ہو سکیں گے کیونکہ ان لوگوں کو آرگنائز (Organise) کر کے آئندہ ان کے لئے زیادہ اچھا پروگرام بنایا جا سکتا ہے اور کچھ اور لوگوں کو ان کے ساتھ لگا کر کام سکھایا جا سکتا ہے۔ اس وقت میرے نزدیک اگر مرکزی مجلس ایک موٹر خرید سکے تو یہ بہت مفید کام ہوگا۔ اس کے

ذریعہ خدام کو موٹر ڈرائیونگ کا کام سکھایا جائے اور یہ بتایا جائے کہ موٹر کی عام مرمت کیا ہوتی ہے۔ جو خادم سیکھیں ان میں سے بعض مختلف جگہوں پر موٹر کی مرمت کی دکان کھول لیں۔ یہ بہت مفید کام ہے۔ اس میں جسمانی صحت بھی ترقی کرے گی اور آمدنی کا ذریعہ بھی ہوگا۔ اس کے علاوہ نوجوانوں کو گھوڑے کی سواری، سائیکل کی سواری سکھائی جائے۔ سائیکل کی سواری کے ساتھ یہ بات بھی ضروری ہوتی ہے کہ اسے کھولنا اور مرمت کرنا آتا ہو کیونکہ بعض اوقات چھوٹی سی چیز کی خرابی کی وجہ سے انسان بہت بڑی تکلیف اٹھاتا ہے۔ پس ہمارے خدام کو مشینری کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آج کل مشینوں میں برکت دی ہے۔ جو شخص مشینوں پر کام کرنا جانتا ہو وہ کسی جگہ بھی چلا جائے اپنے لئے عمدہ گزارہ پیدا کر سکتا ہے۔ آج کل تمام قسم کے فوائد مشینوں سے وابستہ ہیں اور جتنا مشینوں سے آج کل کوئی قوم دور ہوگی اتنی ہی وہ ترقیات میں پیچھے رہ جائے گی۔ اسی طرح اگر خدام لوہار، ترکھان، بھٹی اور دھونکنی کا کام سیکھیں تو ان کی ورزش بھی ہوتی رہے گی اور پیشہ کا پیشہ بھی ہے۔ چونکہ خدام کے لئے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔ اگر خدام ایسے کام کریں تو وہ ایک طرف ہاتھ سے کام کرنے والے ہوں گے اور دوسری طرف اپنا گزارہ پیدا کرنے والے ہوں گے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنا یہ ہمارا طرہ امتیاز ہونا چاہیے جیسے بعض قومیں اپنے اندر بعض خصوصیتیں پیدا کر لیتی ہیں۔ وہ قومیں جو سمندر کے کنارے پر رہتی ہیں وہ نیوی میں بڑی خوشی سے بھرتی ہوتی ہیں لیکن اگر انفنٹری میں بھرتی ہونے کیلئے انہیں کہا جائے تو اس کے لئے ہرگز تیار نہیں ہونگے اور اگر پنجاب کے لوگوں کو نیوی میں بھرتی ہونے کیلئے کہا جائے تو وہ اس سے بھاگتے ہیں لیکن انفنٹری میں خوشی کے ساتھ بھرتی ہوتے ہیں اور یہ صرف عادت کی بات ہے۔ پس ہمارے خدام کو یہ ذہنیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے کہ یہ مشینوں کا زمانہ ہے اور آئندہ زندگی میں وہ مشینوں پر کام کریں گے۔ اگر کارخانوں میں کام نہ کر سکو تو ابتداء میں لڑکوں میں ان کھلونوں کا ہی رواج ڈالو جن میں لوہے کے پرزوں سے مشینیں بنانی سکھائی جاتی ہیں۔ مثلاً لوہے کے ٹکڑے ملا کر چھوٹے چھوٹے پل بناتے ہیں پنگھوڑے، ریلیں اور اسی طرح کی بعض اور چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ ایسی کھلونوں سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ بچوں کے ذہن انجینئرنگ کی طرف مائل ہوں گے''۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ ۴۴۴۔۴۴۵)

غرضیکہ خلاصہ ان تمام نصائح کا یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو محنتی بننا چاہیے۔ وقت ضائع کرنے کی عادت سے بچنا چاہیے۔ اس بات کو ذہن میں پختہ کر لینا چاہیے کہ کوئی بھی کام حقیر نہیں ہوتا خواہ کیسا ہی کام کیوں نہ ہو، مانگ کر کھانے سے بہر حال بہتر ہے۔ سستی کاہلی اور بے کاری ہماری سب سے بڑی دشمن ہیں۔ ان سے دامن چھڑا کر ابتداء ہی سے ایسے کاموں کے سیکھنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے جو مستقبل میں ہمارے لئے ایک عظیم سرمایہ ثابت ہو سکیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو بہت جلد نہ صرف ہم خود ترقی کر جائیں گے بلکہ ملک اور قوم کیلئے ایک مفید وجود بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆
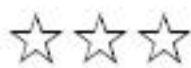
ہمارے مہدی علیہ السلام

مہمان نوازی اور ضیافت کے پر کیف نظارے

(مرتبہ: مکرم احمد طاہر مرزا صاحب)

ہمارے مہدیؑ کا دارالضیافت

حضرت حافظ نبی بخش صاحب بیان کرتے ہیں:۔

"جب کبھی مہمان زیادہ ہوتے تو گول کمرہ کے فرش پر کھانا کھاتے۔ حضور بھی مہمانوں کے ساتھ کھاتے۔ میں نے کئی دفعہ حضورؑ کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھایا۔ حضور بوٹیاں اٹھا کر میرے سامنے رکھتے جاتے اور خود بہت کم کھاتے اور ریزہ ریزہ مونہہ میں ڈالتے رہتے۔ کھانے میں پلاؤ، گوشت، زردہ، دال، سبزی ہر قسم کی چیزیں ہوتی تھیں"۔ (الفضل 6 مئی 1942ء)

جو بھی آتا اسے روٹی مل جاتی

حضرت مرزا دین محمد صاحب آف لنگروال بیان کرتے ہیں:۔

"حافظ معین الدین صاحب عرف مانا بھی آپ کے پاس آتے۔ مجھے آپ ان کے لئے روٹی لانے کے لئے کہتے چنانچہ میں لا دیتا۔ آپ کا گھرانا بہت بڑا تھا۔ جو بھی آتا اُسے روٹی مل جاتی۔ اس عام روٹی سے میں میاں مانا کی روٹی لاتا۔ حضرت مرزا صاحب اس وقت تک انتظار فرماتے اور جب حافظ مانا کی روٹی آجاتی تو اپنا سالن اس کے سالن میں ملا دیتے۔ پھر اور بھی روٹی دیتے اور کہتے کھائیں اور خود بہت آہستہ آہستہ روٹی شروع کردیتے۔ جب حافظ مانا اپنی روٹی کھالیتے تو آپ دریافت فرماتے کہ اور بھی چاہیے؟ وہ اگر یہ کہتے کہ اگر ہے تو دے دیں تو بہت دفعہ حضور اپنا کھانا اور میرا بھی اس کو دے دیتے۔ اور وہ سب کھا جاتا۔ ایسے موقعہ پر تیسرے پہر آپ مجھے پیسہ دیتے کہ جا کر کابلی چنے بھنوالاؤ جو کہ اُن دنوں بہت سستے ہوتے تھے۔ ایک پیسہ کے بہت آجاتے تھے اور میں اور حضور وہ کھالیتے۔ آپ بہت آہستہ آہستہ کھاتے۔ آپ ایک دو دانے ہی مونہہ میں ڈالتے (تھے)۔ آپ کی عادت تھی کہ باتیں بشاشت سے کرتے"۔ (الفضل 2 دسمبر 1941ء)

احباب کی تواضع اور مہمان نوازی

حضرت پیر حاجی احمد صاحب آف ہوشیارپور بیان فرماتے ہیں:۔

"1889ء میں پھر گورداسپور آگیا۔ جس کی وجہ سے مجھے قادیان آنے کا موقع ملا۔ اس وقت میں سول سرجن سپرنٹنڈنٹ ویکسینیشن کے ساتھ قادیان آیا تھا۔ اور یہیں سے کام شروع کیا تھا۔ اُن دنوں حضور علیہ السلام اپنے گھر سے خود ہی کھانا اُٹھا کر (بیت الذکر) میں لاتے تھے۔ اس وقت 1884ء کی نسبت زیادہ رونق تھی۔ باوجود احباب کی کثرت کے پھر بھی حضور علیہ السلام کھانا مہمانوں کے ساتھ مل کر ہی کھاتے تھے اور حضور نمازوں کے مختلف اوقات میں مہمانوں کو اپنی نصائح سے مستفید بھی فرماتے رہتے تھے۔ خاکسار اپنا کام کرتا ہوا